Baitussalam.org | Baitussalam_org | Baitussalam_org | +9221-111-298-111

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

جلد/9 • شمارہ/02 • اکتوبر/2017

ہندی کی ماں اور اردو زبان

پارہ پارہ امت اور اسلامی اخوت

مظلوم

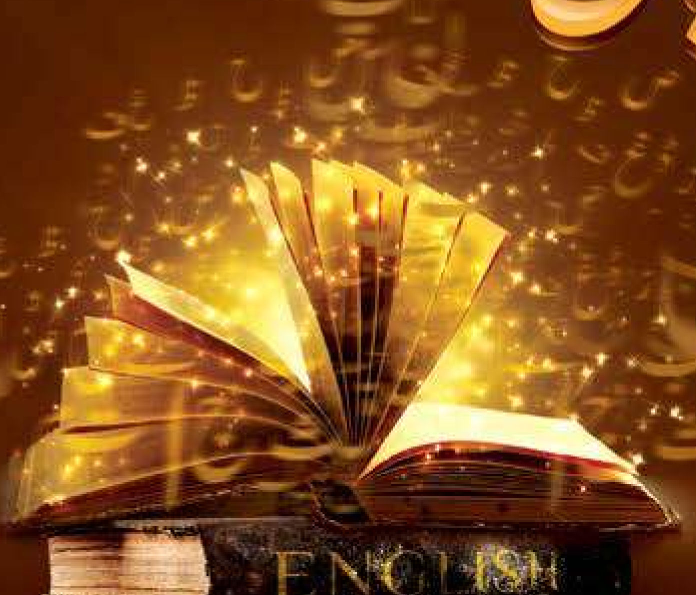

WWW.BAITUSSALAM.ORG

زیرسرپرستی

مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

فہم وفکر

ہندی کی ماں اور اردو زباں	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ	08

مضامین

اسلامی معاشرے کی پہچان	شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ	10
حضرت بشر حافیؒ	حذیفہ رفیق	12
پارہ پارہ امت اور اسلامی اخوت	محمد خرم شہزاد	14
بڑے مظلوم	محمد کاشف تبسم	16
عاجزی	ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی	18
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	20
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	22

خواتینِ اسلام

باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	25
وہ صرف ایک راستہ	آسیہ عمران	26
اسلام کی باہمت خواتین	اہلیہ محمد فیصل	29
وہ ہی تو ہے	نفیسہ سعید	30
کھلونا	اہلیہ ساجد عیسانی	31

باغیچہ اطفال

پپی نیو اسلامک ایئر	کائنات غزل	35
کوّے کی کائیں کائیں	ڈاکٹر الماس روحی	36
انعامات ہی انعامات		37
مسکراہٹ کی بارات	ابن تبسم	39
ننھے ادیب		40
بچوں کے فن پارے		41

بزم ادب

نئی روشنی	خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	42
رات کے پچھلے پہر	جوہر عباد	43
گلدستہ	ادارہ	44

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین

کراچی

اکتوبر 2017ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	محمد کاشف تبسم
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

آراء وتجاویز کے لیے
0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹرز	دفتر فہم دین

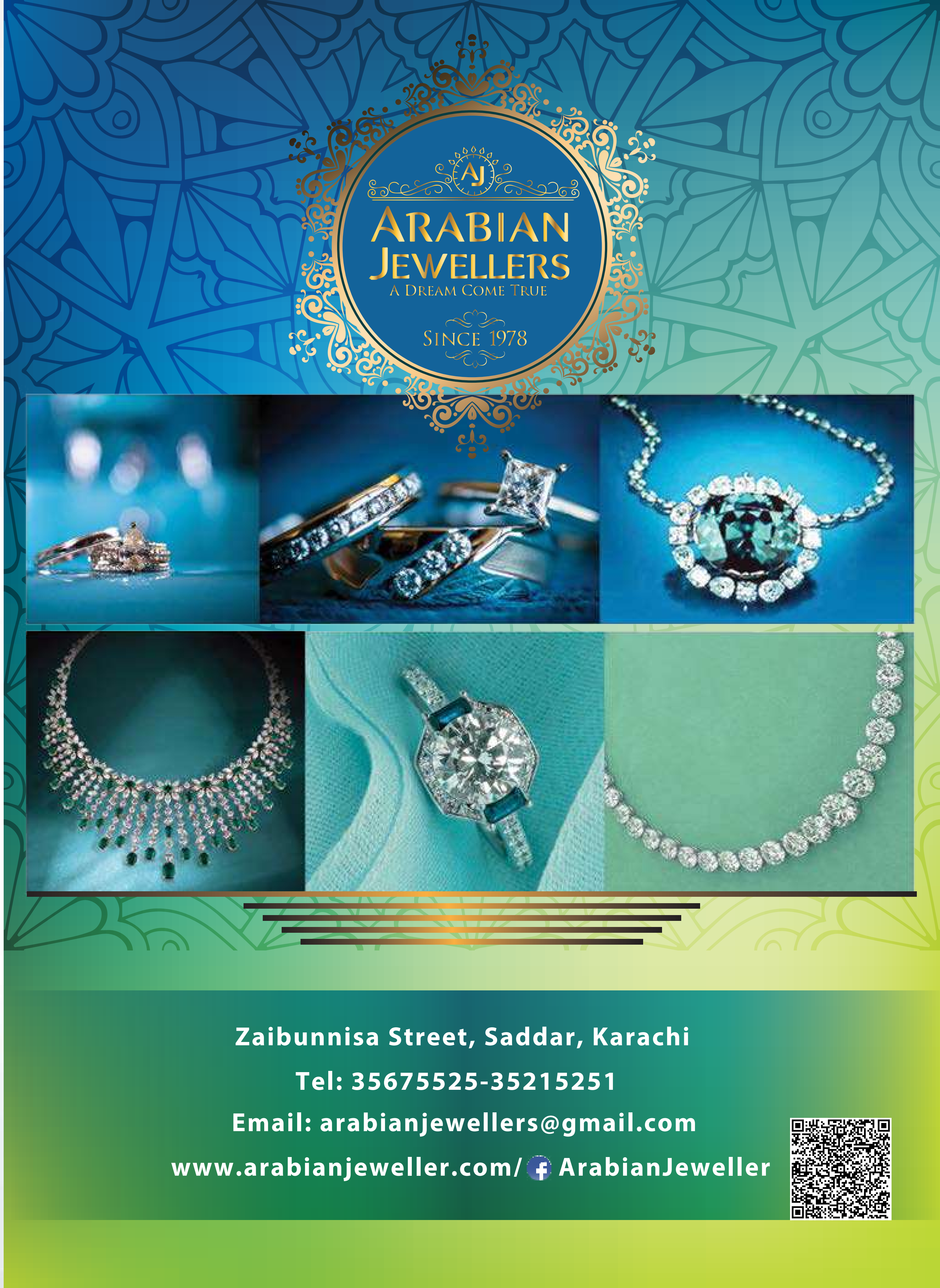

فہم وفکر

ہندی کی ماں اور اردو زبان

مدیر کے قلم سے

ایک خواب تھا' جو 87 سال پہلے دیکھا گیا۔ 1930 کے الہ آباد میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے اجلاس میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اسے بیان کیا اور 1947 میں "پاکستان" کی صورت میں دُنیا کے نقشے پر ایک زندہ جاوید حقیقت بن گیا۔ وہ خواب یہ تھا کہ : میں یہ چاہتا ہوں کہ پنجاب' شمال مغربی سرحدی صوبے' سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست کی شکل دی جائے اور مجھے یہ آزاد خود مختار حکومت مجھے شمال مغربی ہند کا مقدر دِکھائی دیتی ہے۔
قارئین! اقبالؒ کو یہ خواب دیکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی' اس کے لیے مختصر طور پر گزشتہ 25 سال کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ بات ہم سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ "آل انڈیا مسلم لیگ" کا قیام 1906 میں ہوا' لیکن اس کے ابتدائی مقاصد میں الگ ریاست "پاکستان" کا قیام شامل نہیں تھا' بل کہ اس کا مقصد صرف اور صرف

"مسلم مفادات کا تحفظ"

تھا' چناں چہ مسلم لیگ کے قیام کے بعد پندرہ سال تک مسلم لیگ اور کانگریس بہت سے جلسوں اور جلوسوں میں مشترکہ طور پر برطانوی سامراج سے آزادی کا مطالبہ کرتی رہی' پھر 1919 میں تحریک خلافت کے ناکام ہونے پر مسلمانوں اور مسلم لیگ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ہندو صرف اپنے سیاسی مفادات کی خاطر اس تحریک کا حصہ بنے رہے اور جب اُن کے مفادات پورے نہیں ہوئے اور تحریک بھی کام یابی سے ہم کنار ہونے والی تھی تو گاندھی نے تحریک ختم کرنے کا اعلان کر کے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔ پھر مسلم لیگ کا راستہ کانگریس سے اس وقت بالکل ہی الگ ہو گیا' جب 1927 میں سائمن کمیشن برطانوی سرکار کی طرف سے ہندوستان میں آئینی اصلاحات کے لیے آنا چاہتا تھا' جس کا ہندوؤں اور مسلمان دونوں نے بائیکاٹ کیا تھا اور 1928 میں موتی لعل نہرو کی سربراہی میں ایک نورکنی کمیٹی قائم ہوئی' جس کا مقصد اپنے طور پر آئینی اصلاحات پیش کرنا تھا' اس کمیٹی نے جو آئینی اصلاحات پیش کیں' وہ تاریخ میں "نہرو رپورٹ" کے نام سے مشہور ہے' اس نہرو رپورٹ میں ہندوؤں کے عزائم کھل کر سامنے آئے اور انھوں نے اس میں آئینی طور پر مسلمانوں کے جن حقوق کو پامال کرنے کا ارادہ کیا' ان میں سے ایک اہم نکتہ یہ بھی تھا کہ ہندوستان کی سرکاری زبان اردو کے بجائے ہندی کو بنایا جائے۔
جسے مسلم لیگ نے یک سر مسترد کر دیا اور 1929 میں قائدِ اعظمؒ نے اپنے مشہورِ زمانہ "چودہ نکات" پیش کیے' جن میں ایک اہم نکتہ "اردو زبان کا آئینی تحفظ" بھی تھا۔
قارئین! اقبال کے خواب کا ایک حصہ تو پورا ہو گیا کہ اللہ نے ہمیں ایک "پاک سرزمین" عطا کر دی اور ہندی سے بھی چھٹکارا ہمیں مل گیا' مگر ہندی کی ماں انگریزی نے ہمیں ایسا تگنی کا ناچ نچار کھا ہے کہ 70 سال گزرنے کے بعد بھی ہم اردو کو اپنی سرکاری زبان نہیں بنا سکے۔ پھر سب سے بڑھ کر جس زبان کو ہم نے آج اپنے ملک میں بیگانہ بنا رکھا ہے' ہندو آج بھی اسے مسلمانوں کی قومی زبان سمجھتے ہیں اور اس سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ چناں چہ ہندوستان میں زمانۂ قریب کے ایک شاعر نے جو اردو کا تحفظ کرنا چاہتے تھے' اپنی مشہورِ زمانہ نظم

اردو ہے مرا نام، میں خسرو کی پہیلی

میں ہندوؤں کو خطاب کرتے ہوئے اردو کی فریاد کچھ ان الفاظ میں سنائی کہ :

کیوں مجھ کو بناتے ہو تعصب کا نشانہ
میں نے تو کبھی خود کو مسلماں نہیں مانا
دیکھا تھا کبھی میں نے بھی خوشیوں کا زمانہ
اپنے ہی وطن میں ہوں' مگر آج اکیلی
اردو ہے مرا نام' میں خسرو کی پہیلی

قارئینِ گرامی! آپ گزشتہ شمارے میں ماہنامہ فہمِ دین کا عزم جان چکے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اپنے ہر دِل عزیز ملک پاکستان کو مضبوط سے مضبوط بنانے کے لیے قومی زبان کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے اور اسی شعور کی بیداری کے سلسلے میں ماہنامہ فہمِ دین اپنا جنوری 2018 کا شمارہ

قومی زبان۔۔۔ خصوصی اشاعت

بنا رہا ہے۔ تحریر ارسال کرنے کا آخری وقت یکم نومبر ہے۔ جلدی سے ایک صفحے کی علمی' ادبی اور شگفتہ تحریر لکھیں اور قومی بیداری مہم میں اپنے حصے کا دیا جلانے کے لیے ماہ نامہ فہمِ دین کے نام ارسال کر دیجیے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن

(آلِ عمران: 52-47)

قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ
یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ 47

ترجمہ: مریم علیھا السلام نے کہا: "پروردگار! مجھ سے لڑکا کیسے پیدا ہو جائے گا' جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں؟" اللہ نے فرمایا: "اللہ اسی طرح جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ "ہو جا" بس وہ ہو جاتا ہے۔" 47

وَیُعَلِّمُہُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَالتَّوۡرٰىۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ 48

ترجمہ: اور وہی (اللہ) اس کو (یعنی عیسیٰ ابن مریم کو) کتاب و حکمت اور تورات واِنجیل کی تعلیم دے گا۔ 48

وَرَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ
لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ
وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا
تَاۡکُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ
مُّؤۡمِنِیۡنَ 49

ترجمہ: اور اسے بنی اسرائیل کے پاس رسول بنا کر بھیجے گا (جو لوگوں سے یہ کہے گا) کہ "میں تمہارے پاس' تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں (اور وہ نشانی یہ ہے) کہ میں تمہارے سامنے گارے سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تم لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے یا ذخیرہ کر کے رکھتے ہو' میں وہ سب بتا دیتا ہوں۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو ان تمام باتوں میں تمہارے لیے (کافی) نشانی ہے۔ 49

تشریح نمبر 1: یہ سب معجزے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی نبوت کے ثبوت کے طور پر عطا فرمائے تھے اور آپ نے ان کا عملی مظاہرہ فرمایا۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَلِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ
حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ وَجِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ 50

ترجمہ: اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے' یعنی تورات' میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور (اس لیے بھیجا گیا ہوں) تاکہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں' اب تمہارے لیے حلال کر دوں اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ 50

تشریح نمبر 2: بنی اسرائیل کے لیے موسوی شریعت میں بعض چیزیں حرام کی گئی تھیں' مثلاً اونٹ کا گوشت اور چربی' بعض پرندے اور مچھلیوں کی بعض اقسام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں انھیں جائز قرار دے دیا گیا۔

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ 51

ترجمہ: "بے شک اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے (کہ صرف اسی کی عبادت کرو)" 51

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡہُمُ الۡکُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ قَالَ
الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَاشۡہَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ 52

ترجمہ: پھر جب عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ وہ کفر پر آمادہ ہیں تو انھوں نے (اپنے پیروں سے) کہا: "کون کون لوگ ہیں' جو اللہ کی راہ میں میرے مددگار ہوں؟" حواریوں نے کہا: "ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں' ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ گواہ رہیے کہ ہم فرماں بردار ہیں۔" 52

تشریح نمبر 3: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کو حواری کہا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فہمِ حدیث

زہد کی حقیقت

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ

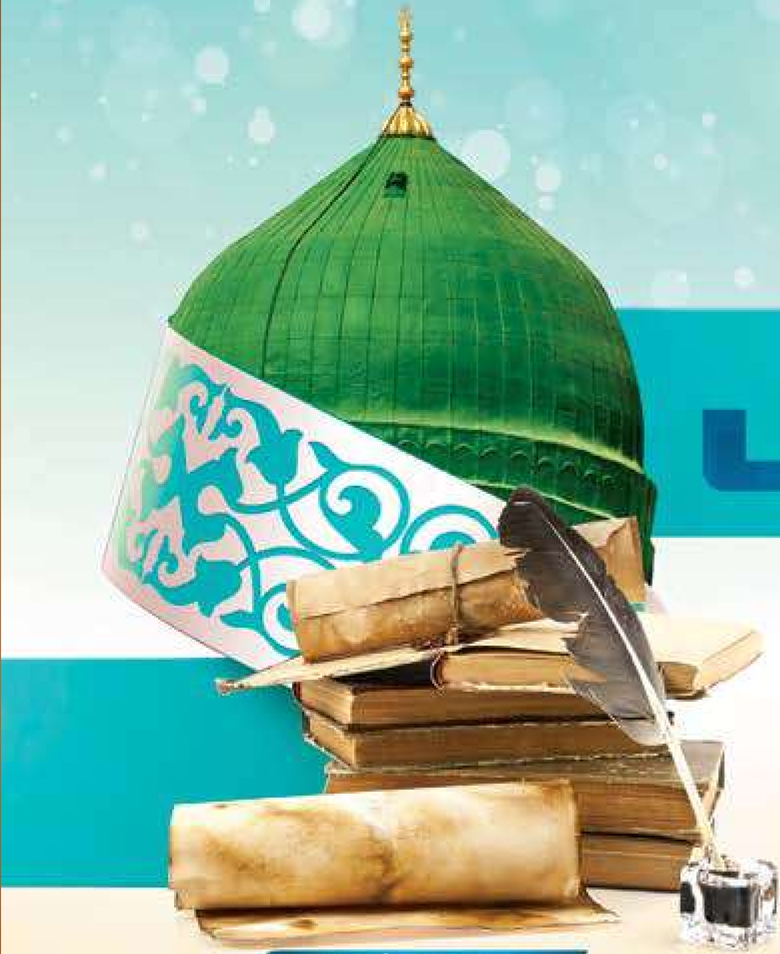

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا بِاِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ مِمَّا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ وَ اَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِھَا اَرْغَبَ فِیْھَا لَوْ اَنَّھَا اُبْقِیَتْ لَکَ۔

ترجمہ... حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”دنیا کے بارے میں زہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی (جو خاص ایمانی صفت ہے) وہ حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے اور اپنے مال کو برباد کرنے کا نام نہیں ہے' بل کہ زہد کا اصل معیار اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس اور تمہارے ہاتھ میں ہو' اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ تم کو اس پر ہو جو اللہ کے پاس اور اس کے قبضے میں ہے اور یہ کہ جب تم کو کوئی تکلیف اور ناخوش گواری پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی چاہت اور رغبت تمہارے دل میں زیادہ ہو بہ نسبت اس خواہش کے کہ وہ تکلیف اور ناگواری کی بات تم کو پیش ہی نہ آتی۔(ترمذی و ابنِ ماجہ)

تشریح...بہت سے لوگ ناواقفی سے زہد کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ آدمی دنیا کی ساری نعمتوں' راحتوں اور لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ نہ کبھی لذیذ کھانے کھائے' نہ ٹھنڈا پانی پیے' نہ اچھا کپڑا پہنے' نہ کبھی اچھے نرم بستر پر سوئے اور اگر کہیں سے کچھ آ جائے تو اس کو بھی اپنے پاس نہ رکھے' خواہ جلدی سے کہیں پھینک ہی دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اسی غلط خیالی کی اصلاح فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ زہد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے اپنی جن نعمتوں کا استعمال اپنے بندوں کے لیے حلال کیا ہے' آدمی ان کو اپنے اوپر حرام کر لے اور اگر روپیہ پیسہ ہاتھ میں آئے تو اسے برباد کر دے' بل کہ زہد کا اصل معیار اور تقاضا یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اپنے پاس اور اپنے ہاتھ میں ہو اس کو فانی اور ناپائے دار یقین کرتے ہوئے اس پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرے اور اس کے مقابلے میں اللہ کے غیر فانی غیبی خزانوں پر اور اس کے فضل پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرے اور دوسرا معیار اور دوسری علامت زہد کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب کوئی تکلیف اور مصیبت بندے کو پہنچ جائے تو اس کے اخروی اجر و ثواب کی چاہت اور رغبت اس کے دل میں اس مصیبت اور تکلیف کے نہ پہنچنے کی آرزو سے زیادہ ہو یعنی بجائے اس کے کہ اس کا دل اس وقت یہ کہے کہ کاش یہ تکلیف مجھے نہ پہنچی ہوتی' اس کے دل کا احساس یہ ہو کہ آخرت میں مجھے اس تکلیف کا اجر و ثواب ملے گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ تکلیف نہ پہنچنے کے مقابلے میں میرے لیے ہزاروں درجہ بہتر ہو گا اور ظاہر ہے کہ آدمی کا یہ حال جب ہی ہو سکتا ہے' جب کہ اس کو عیشِ دنیا کے مقابلے میں عیشِ آخرت کی زیادہ فکر ہو اور یہی زہد کی اصل و اساس ہے۔

اس حدیث سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ بندوں کو اس دنیا میں عافیت اور راحت کے بجائے تکلیف اور مصیبت کی تمنّا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کرنی چاہیے! دوسری حدیثوں میں اس سے صریح ممانعت آئی ہے اور صحیح روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت اور خیریت ہی کی دعا اور استدعا کیا کرو (سلوا اللہَ العافیۃ) اور خود آپ ﷺ کا معمول اور دستور بھی یہی تھا' پس حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجۂ بالا حدیث کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ بندہ اس دنیا میں مصائب اور تکالیف کی دعا یا تمنا کرے' بل کہ اس کا مطلب و مدعا صرف یہ ہے کہ جب اللہ کے حکم سے کوئی مصیبت یا تکلیف بندہ کو پہنچ جائے تو پھر مومن کا مقام اور زہد کا تقاضا یہ ہے کہ اس مصیبت یا تکلیف کا جو اجر و ثواب آخرت میں ملنے والا ہے' وہ اس کو اس کے نہ پہنچنے سے زیادہ محبوب و مرغوب ہو' ان دونوں باتوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

محترم عزیزو اور بھائیو! محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اسلامی سال کے آغاز کا عنوان ''ہجرت'' ہے۔ اسلام کے دامن میں بہت قیمتی واقعات ہیں۔ بڑے عظیم الشان واقعات رونما ہوئے۔ صدیوں بعد آسمان کا زمین سے اور زمین کا آسمان سے وحی کے ذریعے رابطہ ہونا اور آغاز میں اقرأ کہنا۔ مٹھی بھر مسلمانوں کا بدر میں کافروں پر غلبہ پانا' کفر کا باطل ہونا اور کھلی شکست اللہ کی طرف سے مدد و نصرت کے ذریعے دکھانا۔ فتحِ مکہ کی شکل میں مسلمان کے دامن میں عظیم الشان فتح۔ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا غیر معمولی معجزہ ملا۔ لمحوں کے اندر فلسطین اور پھر آسمانوں تک پہنچے۔ جنت' جہنم دیکھی پھر واپس تشریف لے آئے۔

اسلام کے دامن میں یہ سارے واقعات موجود ہیں لیکن نئے سال کے آغاز کے لیے جس چیز کو عنوان بنایا گیا وہ ''ہجرت'' ہے کہ آنے والی نسل کو ہر نئے سال کے آغاز میں ہجرت کا پیغام مل جائے۔ ہمارے ہاں بدقسمتی یہ ہے کہ خوف وہراس کے بادلوں کے اندر اصل پیغام چھُپ جاتا ہے۔ تاجر کو یہ خوف ہوتا ہے کہ ان دس دنوں کے اندر میری دکان کا کیا بنے گا؟ مزدور سوچتا ہے کہ ان دس دنوں کے اندر میرے گھر کا چولہا جل پائے گا یا نہیں؟ ملازم سوچتا ہے کہ ان دس دنوں کے اندر میری ضرورتیں پوری ہو سکیں گی یا نہیں؟ ہر شخص کو خوف ہے کہ میری جان ومال کے ساتھ نجانے کیا تماشا ہونے والا ہے ان دس دنوں میں؟ کچھ لوگوں نے ان دس دنوں کا ایسا خوف مسلط کر رکھا ہے کہ ایک طرف ملک کا لاکھوں کروڑوں روپے کا بجٹ اور دوسری طرف ہر شخص کے دل کے اندر خوف وہراس۔ ہمارے ملک کی قیادت اگر مخلص ہوتی تو یہ ساری چیزیں چار دیواری کے اندر بھی ہو سکتی تھیں۔ یہ فرقہ واریت کا جن مارا جاسکتا تھا لیکن سب اپنے اقتدار اور اپنے مفادات کی خاطر ملک کو انتشار کا ذریعہ بنارہے ہیں تو اصل اس موقع پر اس نئے سال کا جو پیغام ہے' وہ نئی نسل کو نہیں ملتا کہ نئے اسلامی سال کا آغاز ہجرت سے کیوں موسوم ہے۔

اسلام کے دامن میں کوئی ایک شہادت تو نہیں ہے بل کہ شہادتوں کا ایک سنہرا سلسلہ ہے اور سچ یہ ہے کہ شہادت کوئی ماتم کی چیز نہیں ہے بل کہ سعادت کی چیز ہے۔ ایک فطرتی غم تو ہوتا ہے جدائی کا' لیکن اسلام کا سبق یہ ہے کہ شہادت تو سب سے بڑی سعادت ہے۔ یہ ملت ابراہیمی ساری ملتوں سے بڑی ملت ہے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ساری شریعتوں سے اعلیٰ اور افضل شریعت ہے اور موت کی ساری شکلوں میں سب سے عظیم شکل شہادت کی موت ہے۔

حضرت عمرؓ ایک دن مسجد نبوی میں بیٹھے یہ دعا مانگنے لگے کہ اے اللہ! مجھے شہادت بھی دے لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینے میں دے۔ پھر خود ہی اپنے آپ سے کہنے لگے کہ عمر! شہادت بھی مانگتا ہے اور مانگتا بھی مدینے میں ہے۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ عمر! اللہ تعالیٰ تو قادر ہیں نا کہ اللہ عمر کو شہادت بھی دے دیں اور مدینے میں بھی دے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی یہی آرزو پوری کر دی۔ یہ تو سعادت کی موت ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایسی راہ پر جانے والے کو مردہ بھی نہ کہو' ان کے پاس زندگی ہے اور ایسی زندگی ہے کہ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اللہ ان کو اس زندگی میں وہ کچھ دے رہا ہے کہ وہ اس پر بہت خوش ہیں۔ اس لیے مسلمان کا جب نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے اگرچہ پہلے ہی دن شہادت ہے حضرت عمرؓ کی اور عاشورہ کے دن شہادت ہے حضرت حسینؓ کی' مگر پھر بھی مسلمان نئے اسلامی سال کے آغاز میں کہتا ہے کہ مبارک ہو مسلمانوں کا نیا سال شروع ہوا ہے اس لیے کہ اسلام کے دامن میں تو شہادتوں کا ایک سلسلہ ہے۔ حضرت عمرؓ جیسا شہید ہے۔ حضرت عثمانؓ جیسا شہید ہے' اسد اللہ حضرت حمزہؓ جیسا شہید بھی ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا شہید ہوئے اور بڑی عجیب شان سے شہید ہوئے کہ اُن کی آنکھیں بھی نکال دی گئیں' کان بھی کاٹ دیے گئے' اعضاء و جوارح بھی جدا کر دیے گئے' کلیجہ نکال کر چبایا گیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو غمگین ہوئے' حضرت جبرائیل آئے اور کہا کہ اللہ نے آپ کے چچا کو ایک خطاب دیا ہے کہ آپ کے چچا سارے شہیدوں کے سردار ہیں۔ جب اس شہید کو احد سے لے کر جانے لگے تو احد کا پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہلنے لگا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شہید کو اسی اُحُد کے پاس ہی دفنا دو ورنہ یہ بھی مدینہ میں چل پڑے گا۔ آج بھی یہ شہید اُحُد کے دامن میں لیٹے ہوئے ہیں۔ تو مسلمانوں کے دامن میں شہدا کی ایک لمبی فہرست ہے۔

مسلمان ان شہادتوں سے اپنے اندر نئی زندگی اور تازگی پیدا کرتے ہیں۔ سال کا اختتام ہے تو حضرت عثمان کی شہادت ہے' سال کا آغاز ہے تو حضرت عمرؓ کی شہادت ہے۔ آخر یہ شہادت ہے کیا چیز؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٹھیک ہے کہ نماز بھی بڑی عبادت' قربانی بھی بڑی عبادت' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتے کیا ہیں کہ ان کا جینا بھی میری خاطر ہو اور ان کا مرنا بھی میری خاطر ہو' جب ایسا ہو جائے گا تو پھر ان کا جینا بھی سعادت ہو جائے گا اور ان کا مرنا بھی سعادت ہو جائے گا۔

عدالت اور انصاف' تقویٰ اور پرہیزگاری' عبادت اور وفاداری میں سب سے بلند مرتبے پر جو جماعت فائز ہے' وہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی ہے جن کی طرف ہم اپنی نسبت کرتے ہیں اور جنہیں ہم سرمایۂ نجات سمجھتے ہیں' جن کی عظمت کا ہم اپنا عقیدہ رکھتے ہیں' جن کے راستے پر چل کر ہم اپنی جنت بناتے ہیں' یہ ہمارے ایمان کا معیار ہیں' یہ ہمارے لیے باعثِ سعادت ہیں اور ہمیں اس پر فخر ہے۔ ان کی سعادت اللہ تعالیٰ نے بتلادی ہے کہ وہ خوش بخت اور کامیاب لوگ ہیں: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہ ہی کامیاب لوگ ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہ ہی سچے لوگ ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى میں نے ان کا امتحان لیا' ان پر فقر بھی آیا' تنگ دستی بھی آئی اور خوش حالی بھی آئی۔ یہ پھانسی پر بھی لٹکے اور تخت پر بھی بیٹھے۔ یہ حاکم بھی بنے اور انہیں دہکتے ہوئے انگاروں پر بھی لٹایا گیا لیکن ان کے دلوں میں سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے اور کچھ نہیں آیا۔

ہمیں یہ سوچنا چاہیے اور اس پر خوب غور کرنا چاہیے کہ ہمارے آباؤ اجداد (صحابہ کرامؓ) نے ہجرت کیوں کی؟ اپنا بنا بنایا گھر بار کیوں چھوڑا؟ اپنا چلتا ہوا کاروبار اور منڈیاں کیوں چھوڑیں؟ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی تعمیرات کو کیوں خیر آباد کہہ دیا؟ اپنا کنبہ' قبیلہ سب کو کیوں خیر آباد کہہ دیا؟ آخر ان حضرات نے ہجرت کیوں کی؟ حالاں کہ مکہ والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کا حُسن چاہیے تو ہم وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاکر پیش کر دیتے ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دولت چاہیے تو وہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاکر ڈھیر کر دیتے ہیں کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے فاقے ختم ہو جائیں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی پیش کر دیتے ہیں مگر ایک شرط پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دین چھوڑ دیں اور اس دین کا پیغام چھوڑ دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے سچے جاں نثاروں نے کہا کہ زندگی کا ہر خطرہ برداشت ہے' نہ تو دین چھوٹ سکتا ہے اور نہ ہی دین کا پیغام چھوٹ سکتا ہے۔

یہ ہمیں اور ہماری آنے والی نسل کے لیے پیغام ہے کہ وہ لقمہ اور وہ آمدنی ہمیں پسند نہ آئے کہ جس سے ہمارا دین اور ایمان خطرے میں پڑ جائے۔ بل کہ ہمارا جذبہ بھی یہی ہو کہ وہ ہی لقمہ ہمیں قابلِ قبول ہو' وہی زندگی کا رہن سہن قابلِ ستائش ہو کہ جس میں ہمارا دین اور ایمان محفوظ ہو۔ جہاں ہمارا دین اور ایمان خطرے میں ہو' ہم ان تمام چیزوں سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہوں۔

تو میرے عزیزو! ہم اسی جذبے کے ساتھ نئے اسلامی سال کا آغاز کریں اور یہی چیز ہم اپنے گھروں اور اپنی اولادوں میں پیدا کریں۔ یہی ہے اس نئے سال کا سبق۔

اسلامی معاشرے کی پہچان

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان

کئی مرتبہ ہمارے ہاں مغرب کا سفر کرنے والے مسلمان فخر سے یہ کہتے ہیں کہ مغرب والوں کے اخلاق بہت اچھے ہیں اور منہ بھر بھر کر تعریف کرتے ہیں، وہاں کا تاجر خرید و فروخت کے اندر کسی کو دھوکہ نہیں دیتا اور ہمارے ہاں معاملہ بالکل برعکس ہے کہ ہر چیز میں اونچ نیچ نظر آتی ہے تو بھائیو سمجھ لینا چاہیے کہ اہلِ مغرب یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں کہ اپنی اغراض کو حاصل کر لیں اور پیسہ زیادہ سے زیادہ کمائیں، جب یہ غرض بیچ میں سے ختم ہو جائے تو دیکھ لینا کہ کس طرح منہ پر لات مارتے ہیں۔ اچھے اخلاق ایمان کا حصہ ہیں، اگر ایمان ہی نہ ہو تو اخلاق کیسے اچھے ہوں گے؟ اسلام میں جیسے ایمان وہی معتبر ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوش نودی کے لیے ہو، اسی طرح اخلاق بھی وہی اچھے شمار ہوتے ہیں، جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اس کے بغیر اچھے اخلاق کا کوئی تصور اسلام میں نہیں۔
اخلاق تو یہ ہیں کہ کسی کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کیا جائے اور مقصود صرف اللہ کی رضا ہو۔ ایک آدمی اس لیے سچ بولتا ہے کہ لوگ صادق کہیں اور وہ اپنے مفادات حاصل کرے تو یہ اخلاق نہیں، اگر ہم اپنے برے اعمال کی وجہ سے اخلاقِ حمیدہ سے محروم ہیں تو یہ کفر کی ایک شاخ، ہمارے معاشرے کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ مسلمان ہونے اور اسلام کی وجہ سے ایسا نہیں ہے، اس کا سبب اسلام نہیں بل کہ ہمارے ناپسندیدہ اور برے اعمال اس کا سبب ہیں۔ سارے مسلمان ایسے بداخلاق نہیں، بل کہ جو دین داری میں اور ایمانی کیفیات میں کمزور پڑ گئے ہیں، وہ اس قسم کے معاملات میں مبتلا ہیں اور یہ تمام بری باتیں مسلمان معاشرے کی اپنی باتیں نہیں ہیں، بل کہ غیر مسلم معاشرے کے زیرِ اثر رہنے کی وجہ سے ہمارے اندر داخل ہو گئی ہیں، ہمیں چاہیے کہ اس قسم کی باتوں کو اپنے معاشرے سے باہر نکالیں۔
اسلامی معاشرہ دیکھنا ہے تو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معاشرہ دیکھ لیجیے، آج اگر ہم اس معاشرے سے محروم ہیں تو ہمیں اللہ کے سامنے رونا چاہیے نہ کہ ہم کفار کی تعریفیں شروع کر دیں، یہ بات تو اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے کہ جو لوگ بداخلاقی کی چوٹی پر پہنچے ہوئے ہیں اور وہ اپنے رب اور خالق کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں، وہ آج ہماری نگاہوں میں اخلاق والے ہیں اور جو لوگ اللہ کی نگاہوں میں ذلیل ہیں، وہ ہماری نگاہوں میں عزت والے ہیں۔
چند سال پہلے کی بات ہے کہ امریکہ کے شہر ''نیو یارک'' میں رات کے وقت بجلی کا ایک بریک ڈاؤن ہوا اور پورا شہر تاریکی میں ڈوب گیا۔ اس ایک رات میں اتنے ڈاکے پڑے کہ ساری دنیا والوں کو حیرانی ہوئی۔
تو بھائی عرض یہ کرنا ہے کہ اخلاق اور ایمان دونوں جڑوا ہیں، ایمان کے بغیر اخلاق درست ہو ہی نہیں سکتے۔ اخلاق تو وہ ہوتا ہے کہ جس میں اللہ کی رضا مقصود ہو، ان غیر مسلموں کے اگر اخلاق اچھے ہوتے تو اپنے ماں باپ کے لیے ''اولڈ ہوم'' نہ بناتے اور اپنے خالق و مالک کی بات تسلیم کرتے۔ ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہاں اخلاق کا ظاہر ہے اور حقیقت سرے سے مفقود ہے۔
ایسا محسوس ہوتا ہے یا تو ہمارا آخرت پر ایمان نہیں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید نے ہمیں اس بات پر جری کر دیا ہے کہ گناہ کرتے ہیں اور دل میں سزا کا خوف نہیں رکھتے۔ ہمارے نبی ﷺ کو تو خوف ہے اور ہمیں نہیں ہے، نبی تو ترساں و لرزاں ہے اور ہم بے فکر ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ سے محبت قائم کریں، جب اللہ تعالیٰ کی محبت آئے گی تو دل میں خشیت آئے گی اور منکرات سے بچنا آسان ہوگا۔

بغداد کی ایک گنجان سڑک پر ایک آوارہ سا شخص گزر رہا تھا' نشے میں مست اُسے کسی چیز کا ہوش نہ تھا' بس ایک ہی بات اس کے دماغ پر سوار تھی کہ آج اِس پورے 5 دانق کی شراب لینی ہے' جس سے آج کی شب اچھی گزرے گی۔ (جس طرح ہمارے یہاں 100 پیسوں کا 1 روپیہ بنتا ہے' اس طرح 6 دانق کا ایک درہم بنتا ہے)

ان ہی خیالوں میں گم وہ چلا جارہا تھا کہ اچانک اُس کے چلتے قدم رُک گئے' جیسے کہ اس کے قدموں میں کسی نے بیڑیاں ڈال دی ہوں' اب اس کی نظریں زمین پر پڑی ہوئی ایک پرچی پر جمی ہوئی تھیں' وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھے جارہا تھا' آخر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس رقعہ کو اٹھالیا' اُس پر کیا لکھا ہوا تھا؟ اس رقعہ پر یہ کلمات درج تھے: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اب اُس کے قدم خوشبو کی دکان کی طرف بڑھنے لگے' وہاں سے اُس نے 4 دانق کی خوشبو خریدی اور ایک دانق کا عرق گلاب' عرق گلاب سے اس پرچی کو دھویا اور اس پر چھڑکاؤ کیا اور خوشبو کی دھونی دی اور پھر رقعہ کو چوم کر ادب و تعظیم کے ساتھ کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیا۔ آج یہ شخص خلاف معمول خالی ہاتھ گھر واپس جارہا تھا' لیکن اِس کے دل پر عجب کیف طاری تھا' سکون و مسرّت کی عجیب کیفیت اس کو لبھا رہی تھی۔ رات کو خواب میں اس نے دیکھا کوئی کہہ رہا ہے اور کہنے والا نظر نہیں آرہا ہے' بس ایک آواز آرہی ہے: ''اے بشر! اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو لگا کر خوشبو دار کیا ہے اور اونچا کیا ہے' میں تیرے نام کو دنیا اور آخرت میں خوشبو دار بنادوں گا۔'' بس پھر کیا تھا' صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے' بِشر کے دل کی دنیا روشن ہوچکی تھی۔

بشر حافی 150ھ میں ''مرو'' کے علاقے میں پیدا ہوئے اور وہاں سے بغداد منتقل ہوکر مستقل رہائش وہیں اختیار کرلی اور وہیں آپ کا انتقال ہوا' جب زندگی کا رخ تبدیل ہوا تو آپ نے محدّثین کے حلقات میں حاضر ہونا شروع کردیا' چناں چہ بڑے بڑے علما' محدّثین کی صحبت اٹھائی اور ان سے حدیث پڑھی' جن میں مالک بن انس' عبداللہ بن مبارک' فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہم جیسے محدّثین شامل ہیں' یہاں تک کہ علمِ حدیث میں مہارت حاصل کرلی اور اُس زمانے میں جب کوئی شخص علمِ حدیث کی مہارت حاصل کرلیتا تو اس کی اوّلین کوشش یہ ہوتی تھی کہ اب وہ مسجد وغیرہ میں حلقہ لگائے' تاکہ لوگ اُس سے حدیث سنیں اور اس طرح کے حلقات میں دور دور سے طلبا آکر شریک ہوا کرتے تھے اور اہلِ مناصب اور مال دار لوگ بھی بہت طلب سے اِن حلقات میں شریک ہوا کرتے تھے' چناں چہ اس قسم کے حلقات کی بہت شہرت ہوا کرتی تھی' اسی وجہ سے بہت سے نااہل لوگ بھی اس طرح کے حلقات لگا کر بیٹھ جاتے تھے' جس میں غلط احادیث بیان کرتے تھے۔ لیکن بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث میں مکمل مہارت حاصل کرنے کے باوجود اپنے لیے مستقل کوئی حدیث کا حلقہ نہیں لگایا' بل کہ عبادت میں مشغول ہوگئے۔

نیک اور صلحا کا تذکرہ اور ان کی یاد' موجبِ رحمتِ خداوندی ہے اور ایسے اولیا اللہ کے تذکرہ سے بے شک ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے' قلوب میں رقت آتی ہے اور ان کی اقتدا کا شوق اور جذبہ پیدا ہوتا ہے' باقی ایک بات یہ ذہن میں رہے کہ ان بزرگ حضرات کے کچھ حالات ایسے ہوتے ہیں' جن کی ہر کوئی اقتدا نہیں کرسکتا کہ وہ بہت بھاری مجاہدے اختیار کرتے ہیں' یا بہت زیادہ ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں یا زہد و قناعت کے بہت اعلیٰ مقام پر نظر آتے ہیں تو یہ سب حالات انہی کو جچتے ہیں' اگر ہم جیسا کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے گا تو فائدے کے بجائے نقصان کا زیادہ خطرہ ہے۔ اس لیے ہمیں اِس موقعہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت ہی کی اتباع کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر انہی بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر گھر واپس پہنچے تو گھر کی چوکھٹ پر کھڑے ہوکر اپنی کوتاہی کو سوچنے لگے' پھر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کا استحضار کرنے لگے' یہاں تک کہ پوری رات گزار دی۔''

اب یہ چیز بشر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خاص تھی نہ ان کی اقتدا اس بات میں کسی کو کرنی چاہیے اور نہ ہی یہ شریعت میں مطلوب ہے' بل کہ سنت تو یہ ہے رات کا کچھ حصہ آرام کیا جائے اور کچھ حصے میں عبادت کی جائے' نماز' تلاوت' ذکر' دعا جس شکل میں بھی ہو' لیکن... بشر کا یہ عمل سنت کے خلاف نہیں کہ ان میں اتنا تحمل اور استطاعت تھی کہ وہ اس سے زیادہ بھی کرسکتے تھے اور ہمارے لیے یہ عبرت ہے کہ اللہ کا بندہ تو پوری رات ایک جگہ کھڑے ہوکر اپنے گناہوں کو یاد کرکے توبہ کررہا ہے اور نعمتوں کو یاد کرکے شکر کررہا ہے اور میں رات کو سونے سے پہلے دس منٹ بھی اس کا استحضار نہیں کرتا۔

ایک آدمی راستے میں آکر آپ سے لپٹ گیا اور خوب محبت کا اظہار کرنے لگا اور کہہ رہا تھا: میرے آقا' ابونصر! (ابونصر حضرت بشر کی کنیت تھی) وہ آپ سے لپٹ کر آپ کو چوم رہا تھا اور آپ اس کو کچھ نہیں کہہ رہے تھے' یہاں تک کہ جب اُس کا جی بھر گیا تو اس نے آپ کو چھوڑا اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسوں اُمڈ آئے تھے اور آبدیدہ ہوکر آپ نے یہ الفاظ کہے: ''ہائے! ایک شخص دوسرے سے اس کے بارے میں نیک گمان کرکے محبت کرتا ہے' محبت کرنے والا تو پار لگ گیا اور جس کے بارے میں گمان کیا اُس کا نہ جانے کیا بنے گا۔''

یہ تواضع کا کتنا بلند مقام ہے کہ ایک آدمی آکر آپ سے لپٹ گیا اور آپ اس کو صرف برداشت ہی نہیں کررہے' بل کہ محبت سے تعبیر کررہے ہیں اور پھر اپنی نجات کی فکر دامن گیر ہوجاتی ہے!

پھل بیچنے والی کی ریڑھی کے سامنے کھڑے ہوکر آپ رحمۃ اللہ علیہ پھلوں کو گھورنے لگے' کسی نے پوچھا: ''لگتا ہے' آپ کو آج پھل کھانے کی چاہت ہے۔'' فرمایا: ''نہیں بھائی! میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو ایسے لذیذ خوشبودار اور مزیدار پھل کھلاتا ہو تو وہ اپنے فرمانبرداروں کو کیسے نوازتا ہوگا۔''

ایک دفعہ فرمانے لگے: ''آدمی اپنی زندگی میں ریاکاری سے عمل کرتا ہے' لوگوں کی خوشنودی کی خاطر عمل کرتا ہے' یہاں تک کہ مرتے مرتے بھی ریاکاری میں دنیا سے جاتا ہے۔'' پوچھا گیا: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''مرتے وقت بھی اس کے دل میں یہ تمنا ہوتی ہے کہ میرے جنازے میں لوگوں کا بڑا مجمع ہو اور زیادہ ہجوم ہو۔''

آپ ایک عجیب بات فرمایا کرتے تھے: ''بُرے لوگوں کی صحبت سے نیک لوگوں کے بارے بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور نیک لوگوں کی صحبت سے برے لوگوں کے بارے میں بھی حسنِ ظن پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی سے یہ سوال نہیں کریں گے کہ ''تم نے میرے فلاں بندے کے بارے میں یہ اچھا گمان کیوں قائم کیا؟'' (یعنی اچھا گمان بلادلیل قائم کرلیا کرو' اس پر کچھ محاسبہ نہیں)

ایک آدمی نے غلط ارادے سے ایک عورت کو پکڑلیا اور ہاتھ میں چاقو لہرانے لگا' کسی میں قریب جانے کی ہمت نہ ہوئی' بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے گزر رہے تھے' اُس آدمی کے قریب گئے یہاں تک کہ اُن کا بازو اس کے بازو کو چھونے لگا' پھر اس کے کان میں کچھ کہا: اگلے لمحے وہ آدمی چکرا کر زمین پہ گر پڑا۔ قریب آکر لوگوں نے دیکھا تو اُس کا ماتھا پسینے سے تر تھا' لوگوں نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہوا تھا؟'' اس نے کہا: معلوم نہیں' بس شیخ نے میرے کان میں یہ کہا: ''اللہ تجھے اور تیرے عمل کو دیکھ رہا ہے'' بس پھر میری جان نکل گئی اور مجھ پر شدید خوف طاری ہوگیا' پتا نہیں یہ کون شخص تھا؟ لوگوں نے بتایا: ''یہ بشر بن حارث تھے!'' یہ سن کر وہ اور گھبرا گیا: ''ہائے میری برائی' آج کے بعد وہ مجھے کس نظر سے دیکھیں گے؟'' اس کے بعد وہ آدمی ایک ہفتہ بخار میں رہ کر دنیا سے رخصت ہوگیا۔

''اللہ تجھے اور تیرے عمل کو دیکھ رہا ہے'' بہت مختصر سا جملہ ہے' شاید ہم بہت دفعہ کہتے ہیں' لکھتے ہیں' پڑھتے ہیں' گھروں اور دکانوں کے باہر لٹکاتے ہیں' لیکن کوئی خاص اثر تو نہیں ہوتا؟ یہ کہنے والے کا اثر ہوتا ہے کہ اس کے اس ایک جملے کے پیچھے سالوں کے جفاکش مجاہدے ہوتے ہیں' پھر جاکر یہ اثر ملتا ہے!

وفات 20 ربیع الآخر 227ھ کو آپ کی وفات ہوئی' فجر کی نماز کے بعد آپ کا جنازہ نکالا گیا' بغداد کی گلیوں میں ایسا ازدحام تھا کہ جنازہ چیونٹی کی رفتار سے چل رہا تھا' گرمی کے لمبے دن تھے' شدید گرمی اور تپتے ہوئے سورج کے نیچے بڑے بڑے رؤسا اور امرا آپ کی میت کو کندھا دینا اپنے لیے سعادت سمجھ رہے تھے' یہ منظر دیکھ کر اُس زمانے کے دو مشہور محدّث ابونصر تمّار اور علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ پکار رہے تھے:

''یہ تو دنیا کا اعزاز ہے' ابھی آخرت کا اعزاز و اکرام باقی ہے۔''

ظاہر ہے اس زمانے میں جنازہ قبرستان تک پیدل ہی کندھوں پر لے جایا جاتا تھا اور یہی بہتر ہے' چناں چہ قبرستان تک پہنچتے پہنچتے سورج ڈھل چکا تھا اور آپ کی تدفین کا عمل رات میں انجام پایا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' بہت سے لوگوں نے آپ کے بارے میں مختلف خواب دیکھے' جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو جنت کی نعمتوں میں دیکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان صالحین متقین' بالخصوص حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کا کچھ حصہ تو ضرور نصیب فرمائے اور تقویٰ ہی درحقیقت وہ طاقت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا نظامِ غیب حرکت میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ کی عظیم دولت نصیب فرمائے۔۔۔ آمین

اخوتِ اسلامی اور امت پارہ پارہ

محمد خرم شہزاد

کوئی بتائے تو سہی' آج دل مصطفیٰ ﷺ کا روضہ اقدس میں کیا حال ہو گا؟

کیسا عجیب وقت تھا جب عزرائیلؑ روح قبض کرنے کے لیے پائینتی کی طرف کھڑے تھے۔ جبرئیلؑ سرہانے کی طرف موجود تھے۔ امت کے غم خوار نبی ﷺ کی بے چینی اور بے قراری بڑھتی جا رہی تھی' پھر زبانِ نبوت گویا ہوئی: جا جبرئیل! اتنا تو پتا کر دے کہ میرے بعد میری امت کا کیا بنے گا؟

امتِ مسلمہ کو نوچ کھانے والی اور کچا چبا جانے والی وحشی اور خون خوار قومیں تو میرے نبی ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھیں' جب ہجرتِ مدینہ ہوئی تو صورتِ حال آج سے مختلف نہ تھی' اس وقت بھی مدینہ کی تجارتی منڈیوں پر یہودی ہی قابض تھے۔ منافقین کا ٹولہ بھی عبداللہ بن ابی بن سلول کی قیادت میں مہاجر صحابہ کرام اور مدینہ کے انصار میں رخنہ ڈالنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے' مگر میرے نبی ﷺ نے اپنی دور رس نگاہ سے اس کا حل تلاش کر لیا۔ آپ ﷺ نے مؤاخاتِ مدینہ قائم فرمائی کہ ایک مہاجر اور ایک انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا' چناں چہ فارس کے حضرت سلمانؓ آئے تو اُن کو حضرت ابو درداؓ کا دینی بھائی بنا دیا۔ روم کے حضرت صہیبؓ کی بے سر و سامانی دیکھی تو انہیں حضرت حارث بن صمہؓ کا دینی بھائی بنا دیا۔ اسی طرح حبشہ کے حضرت بلالؓ کو مکہ مکرمہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا دینی بھائی بنایا تھا' جب کہ مدینہ منورہ میں مؤاخاتِ مدینہ کے موقع پر انہیں حضرت ابو رویحہؓ کا دینی بھائی بنا دیا۔ اس سے جہاں یہ فائدہ ہوا کہ اتنے مسلمان ریاست پر بوجھ بننے کے بجائے انصار بھائیوں کے کاروباروں اور کھیتی باڑی میں شریک ہو کر معیشت کو مضبوط کرنے کا ذریعے بن گئے' وہیں قومیت' لسانیت کے پھلنے پھولنے کے راستے کو بھی بند کر دیا گیا۔ چناں چہ مدینہ کی بستی یہودیوں کے لاکھ تلملانے کے باوجود اور منافقوں کے ہزاروں سازشوں کے باوجود ایک ناقابلِ تسخیر ریاست بن گئی اور ساری قومیں ایک ایک کر کے ان کے سامنے سرنگوں ہوتی چلی گئیں۔

اخوتِ اسلامی کی مثال دنیا کی کوئی قوم پیش تو کر کے دِکھائے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے دینی انصاری بھائی حضرت سعدؓ تھے۔ وہ ان سے فرمانے لگے کہ میں مدینہ میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' چوں کہ نبی کریم ﷺ نے تمہیں میرا اسلامی بھائی بنایا ہے' لہٰذا ایک بھائی ہونے کے ناطے میں تمہیں اپنا آدھا مال پیش کرتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں' ان میں سے جو تمہیں اچھی لگے' میں اسے طلاق دے دوں گا اور عدت کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا' مگر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے اُن سے عرض کی کہ خدا تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے! تم مجھے صرف بازار کا راستہ دِکھا دو۔ چناں چہ انہیں بنو قینقاع بازار کا راستہ دِکھا دیا گیا۔

4 ہجری میں قبیلہ بنو نضیر کا علاقہ بغیر جنگ کے فتح ہو گیا' اس لیے وہ مجاہدین کے لیے مالِ غنیمت بننے کے بجائے خاص رسول اللہ ﷺ کا حق قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کے سامنے صحابہ کرام کے مالی مسائل تھے۔ آپ ﷺ نے انصار کو جمع کر کے اُن کی رائے معلوم کرنا چاہی کہ اگر میں یہ مال مہاجرین میں تقسیم کر دوں اور مہاجرین جو تم انصار کے مال میں شریک ہیں' اُن سے دستبردار ہو جائیں تو آپ لوگوں کی مالی مشکلات کچھ کم ہو جائیں گی۔ مگر اوس و خزرج کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے آگے بڑھ کر عرض کی: یا رسول اللہ! آپ یہ سارا مال مہاجرین میں تقسیم فرما دیں' لیکن ہم اپنے باغات اور زمینوں میں سے کچھ واپس نہیں لیں گے' بل کہ ہمیں خوشی ہو گی کہ ہماری زمینوں کا کچھ اور حصہ مہاجرین کو عطا فرمایا جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے انصار کے لیے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَاءَ الْاَنْصَارِ

کہ اے اللہ! انصار پر اور اُن کی اولادوں پر اپنی خاص رحمت نازل فرما!

قارئین! آج امتِ مسلمہ کو پھر ایسی ہی مؤاخات کی ضرورت ہے۔ برما کے مسلمان ہمارے گھروں میں تو شریک نہیں ہو سکتے' ہمارے کاروباروں میں تو شریک نہیں ہوں گے' لیکن کیا ہم روضہ اقدس میں برما کے مسلمانوں کی زبوں حالی پر بے چین اور بے قرار ہونے والے دِل کو سکون پہنچانے اور اپنی مغفرت کا سامان کرنے کے لیے اپنے مالوں میں سے اپنے ان بھائیوں کا حصہ مقرر نہیں کر سکتے' جن پر زمین آج اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی ہے۔ کیا ہم آج ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے اس شعر کا مصداق نہیں بن سکتے' جو انھوں نے آج سے بیسیوں سال پہلے متحدہ ہندوستان کی طرف سے اپنے افغانی بھائیوں کے لیے کہا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو شاید وہ اپنا وہی شعر کچھ یوں کہنا پسند فرماتے:

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو برما میں
تو پاکستاں کا ہر پیر و جواں بیدار ہو جائے

اب اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ہمت نہیں' اس لیے کہ یہ کہنے سے زیادہ کچھ کرنے کا وقت ہے۔

آج کی دنیا پر ''ظلم'' کا راج ہے۔ ہر طرف مظلومیت کے قصے ہیں۔ معاشرے کا ہر دوسرا شخص مظلوم بنا نظر آتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہمیں ''ظالم'' ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا تو پھر ہر دوسرے انسان پر ظلم کون ڈھاتا ہے؟ اس کا جواب ملنا بہت مشکل ہے۔ البتّہ یہ بات یقینی ہے کہ بہت سے لوگ ''مظلوم'' بن کر ''ظلم'' کرتے ہیں اور بہت سے ''ظالم'' خود کو مظلوم ظاہر کرتے ہیں۔ یوں بہت سے ظالم اپنے اوپر مظلومیت کا ایسا خول چڑھا لیتے ہیں کہ ان پر رحم آنے لگتا ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے، ہم نے ایک ''ظالم'' کا انٹرویو لیا۔

ذرا ملاحظہ کیجیے:

ہم: ''السلام علیکم!''

ظالم: ''وعلیکم السلام! جی فرمائیے...؟''

ہم: ''سنا ہے آپ بہت بڑے ''ظالم'' ہیں۔ ذرا اپنے ''ظلم'' کا طریقہ کار بتا دیں...''

ظالم: ''اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ مجھے ظالم کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔''

ہم: ''خیر! آپ کسی ظالم کو جانتے ہیں؟''

ظالم: ''جی! بہت اچھے طریقے سے...''

ہم: ''وہ کون؟''

ظالم: ''آپ، آپ کا پورا معاشرہ اور میرے علاوہ اس زمین کا ہر فرد ظالم ہے۔''

قارئین! ہم نے اس ظالم شخص کی بہت شہرت سنی تھی، مگر وہ بھی مظلوم نکلا تو ہم اس نتیجے پہ پہنچ گئے کہ یہ دنیا بے چاری مظلوم دنیا ہے، یہاں مظلوم بستے ہیں، یہاں ظالم کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ اس نتیجے کے بعد ہم نے معاشرے کے سب سے ''بڑے مظلوم'' کی تلاش شروع کر دی۔ ہم نے مختلف شعبوں سے وابستہ، مختلف عہدوں پر فائز لوگوں کی مظلومیت بھری کہانیاں سننا اور پڑھنا شروع کر دیں، مگر یہاں تو معاشرے کے ہر فرد کے دو رخ نظر آنے لگے، اگر وہ اپنے

ظالم: ''ہاہاہا! (بھرپور قہقہہ) ارے! ''ظالم'' میں نہیں، پوری دنیا ہے... دنیا۔''

ہم: ''جی مطلب واضح بیان کریں، ہم سمجھ نہیں سکے۔''

ظالم: ''حضور...! اگر میں اپنی مظلومیت کی داستان سنانا شروع کروں تو شاید زندگی بیت جائے اور داستاں باقی رہے، میں خود بہت بڑا مظلوم ہوں۔''

ہم: ''وہ کیسے؟''

سے بڑوں کے لیے مظلوم ہے تو اپنے سے چھوٹوں کا ظالم! یوں ہر شخص اپنے سے مقام، مرتبے، عہدے، عمر اور رشتے کے لحاظ سے بڑے شخص کے ظلم کا شکار نظر آنے لگتا ہے تو دوسری طرف وہی شخص اپنے سے نیچے لوگوں کے لیے بد ترین ظالم ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں مظلوموں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی ملی جو واقعی مظلوم تھے، مگر مظلوم بن کر وہ خود ظالم بنتے چلے گئے۔ مظلومیت کا نعرہ لگایا

اور پھر ظلم کی داستان خود رقم کرنا شروع کر دی۔ ہم نے جستجو کا سفر جاری رکھا، بالآخر ہم اپنے معاشرے کے سب سے بڑے مظلوم تک جا پہنچے۔

معاشرے کے یہ ''بڑے مظلوم'' آپ کے آس پاس بھی موجود ہیں۔ ذرا ان سے ملیے، ان کا غم ہلکا کیجیے، ان کی داستانِ مظلومیت سن کر ان کا دکھ درد بانٹیے۔ لیجیے! ہم آپ کو ان بڑے مظلوموں کی چند علامات بتا دیتے ہیں۔

1: معاشرے کے بڑے مظلوم کبھی خود کو مظلوم نہیں کہیں گے۔

2: یہ لوگ، عمر، عہدے، مرتبے اور رشتے کے لحاظ سے آپ سے بڑے ہوں گے۔

3: کسی بھی اعتبار سے آپ ان کے ماتحت ہوں۔

4: آپ اپنی نجی محفلوں، دوستوں اور حلقہ احباب میں ان کے ظلم کے قصے ذکر کرتے ہوں گے۔

5: انھوں نے ہمیشہ آپ کا خیال رکھا ہوگا، مگر آپ نے ہمیشہ ذاتی مفاد کے آئینے میں ان کا جائزہ لیا ہوگا اور پھر انھیں ظالم ظالم کہتے ہوں گے۔

6: انھوں نے آپ کی بہت سی تلخ باتیں انتہائی خندہ پیشانی سے سن کر برداشت کی ہوں گی۔

7: یہ لوگ آپ کے والدین، آپ کے آفیسرز، آپ سے سینیرز اور آپ کے مختلف شعبوں کے سربراہ ہوں گے، جن سے آپ نے ہمیشہ اپنا مفاد وابستہ رکھا، مگر کبھی یہ بھی نہ سوچا کہ وہ بھی انسان ہیں، ان کے بھی مسائل، ضروریات اور خواہشات ہیں۔

آیئے! آج سے ہم اپنی طرف سے دوسروں پر ہونے والے مظالم سے ہاتھ اٹھا لیں۔ یقین جانیے! معاشرے سے ظلم کا ہاتھ خود بخود اٹھ جائے گا۔

ہر اِک مظلوم کو میری حمایت کا سہارا ہو
مرا ذوقِ عمل اس راہ پر آئے تو اچھا ہو

پھٹے پُرانے کپڑے، بوسیدہ کھانا اور بڑھے ہوئے بال۔ اگر یہ عاجزی ہے تو بھکاری کسے کہتے ہیں؟
کیا ایسا کبھی ہوا ہے کہ بندہ عاجزی رکھتا ہو اور فقیر نہ ہو؟ دے سکتا ہو اور مانگے نہ؟ حق رکھتا ہو اور چھوڑ دے؟
اختیار رکھتا ہو اور سہہ جائے؟ سچ بولے اور کاذب ٹھہرے؟ عاجز ہو اور مغرور کہلائے؟ ہونا تو ایسا ہی چاہیے۔
بات عاجزی کی ہو رہی ہے تو چلیں آئیں سرنڈر کر دیتے ہیں۔
''اے اللہ سائیں! میں عاجز آ گیا ہوں تیرے عاجز لوگوں سے۔
ربِ کریم اُمت میں ہر شخص ریڈی میڈ شہادت چاہتا ہے، ایمان پہ مرنا چاہتا ہے۔
میں ایمان پہ جینا چاہتا ہوں۔ کوئی لوگ دکھا جو جینے کی بات کریں۔ اُمید دلائیں۔ زندگی کی بات کریں۔ آسمانوں کو مسخر کریں، زمین کی قناطیں کھینچیں۔
مجھے سمجھ کچھ نہیں آتا، کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میرا ہاتھ پکڑ، مجھے پار لگا۔
غلط سمت دوڑنے سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی صحیح سمت منہ کر کے کھڑا ہو جائے، سو میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں۔
میں اقرار کرتا ہوں کہ میں عاجز ہوں اپنے آپ کو گناہوں سے روکنے میں، عاجز ہوں کہ جھوٹ سے باز آؤں، عاجز ہوں کہ ظلم نہ کروں۔
اپنے آپ پر روز ظلم کرتا ہوں۔ اپنے آپ سے روز جھوٹ بولتا ہوں۔
یا اللہ! میں عاجز ہوں اِس بات سے کہ غرور نہ کروں۔ میں روز آئینہ دیکھتا ہوں اور اپنی پوشاک اور جسم پر ناز کرتا ہوں۔
میں عاجز ہوں اس بات سے کہ تیری مان کر چلوں اور میں عاجز رہا اس بات سے کہ عاجز بن کے رہوں، عاجزی اختیار کروں۔
اے اختیار والے اللہ! ایسا اختیار جس پر عجز کوئی نہیں۔ معاف کر دے مجھے کہ میری عاجزی لٹ گئی، میرے اپنے نفس کے ہاتھوں۔
اے دیکھنے اور سننے والے سمیع و بصیر اللہ! رحم فرما ان پر جن کی امید مر گئی، آرزو تمام ہوئی اور ہمت جواب دے گئی۔
اے اختیار والے اللہ، تو چاہے تو مسل دے، چاہے تو بچا لے۔
تیری راہ میں منتظر، عجز کی روح کو سمجھنے سے قاصر، نالائق و نافرمان، خاک کے پتلے، عاجزی کا ڈھونگ رچائیں تو بھی کس بات کا۔''
بس تو بخش دے۔

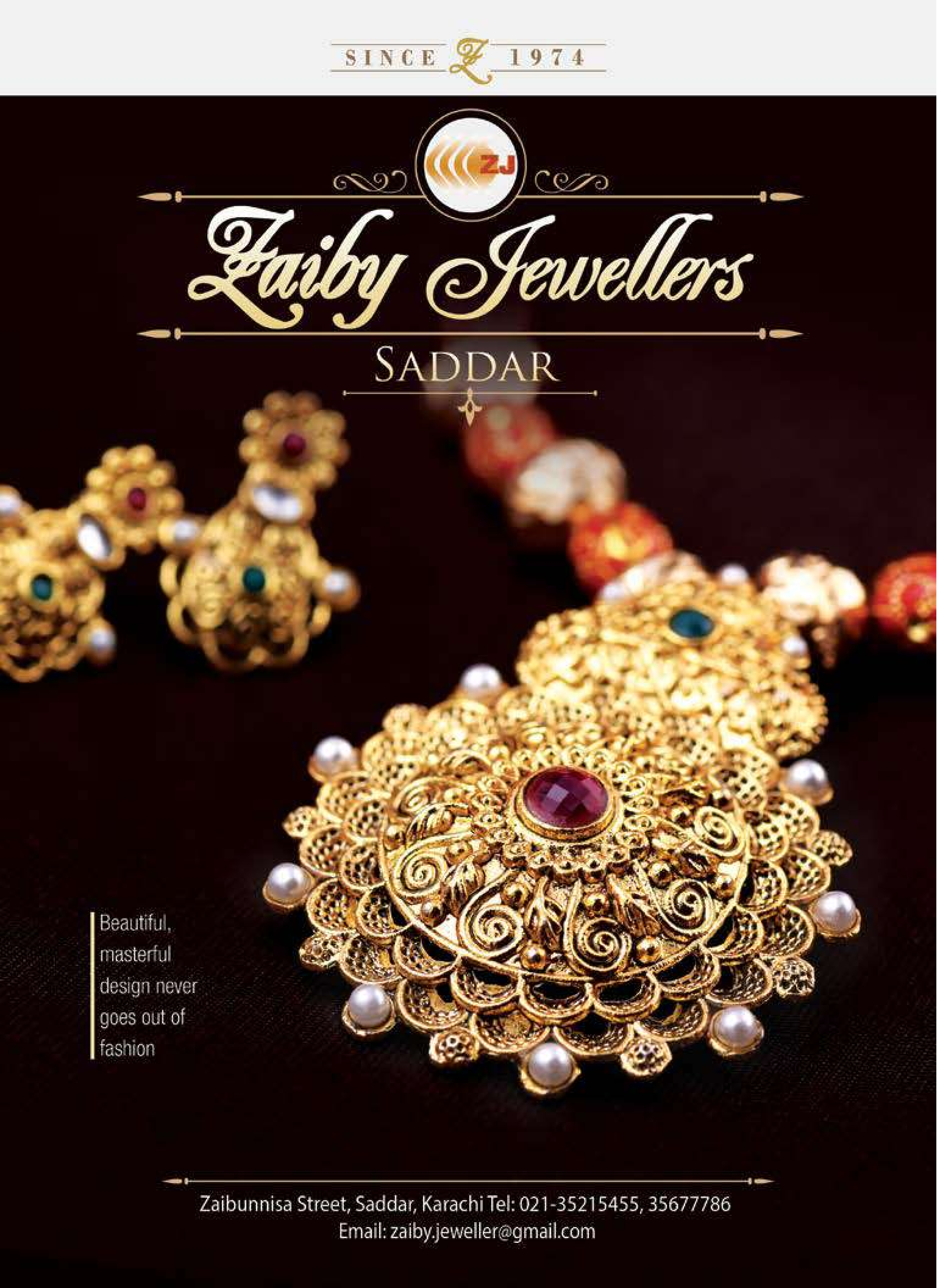

عاجزی پتانہیں کسے کہتے ہیں؟ وہ کون لوگ ہوتے ہیں جنہیں ملتی ہے‘ جن کے ساتھ رہتی ہے‘ جن سے نباہ کرتی ہے۔

پتانہیں اب ایسے لوگ پائے بھی جاتے ہیں یا مفقود ہوگئے؟

ہماری سمجھ میں تو یہ آج تک نہ آئی‘ نہ ہی کوئی ایسی خوش فہمی یا امید ہے کہ زندگی میں کبھی آسکے گی‘

بعض لوگوں کو اس کی طلب ہوتی ہے‘ کیوں جھوٹ بولیں‘ یہاں تو وہ بھی نہیں۔

’’جی حضرت!‘‘ کہنے سے اگر عاجزی آسکتی تو آدھا پاکستان ولی اللہ ہوتا۔

پتا تو اس دن چلتا ہے جب یہ ’’حضرت جی‘‘ آپ کی مرضی ومنشا کے خلاف کچھ بول دیں‘

اگلے دن حضرت جی کی چھٹی۔ ان کے عقائد سے لے کر ظاہر و پوشیدہ حالات پہ وہ تنقید کہ اللہ کی پناہ!

ہم پاکستانی بھی عجیب قوم ہیں‘ جس فلٹر سے لوگوں کی شخصیت کو چھانتے ہیں‘ اس میں سے تو شاید نبوت ہی باہر نکلے‘

کسی سے عقیدت کریں تو ابدال ثابت کر کے چھوڑیں اور تنقید پر آئیں تو ملحد و کافر کے درجات تو معمولی باتیں ہیں۔

نام نہاد عاجزوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو زمین پر جھک جھک کے چلتا ہے۔ آواز اتنی ضعیف نکالتا ہے کہ ایڈز کے مریض کا گمان ہو اور ہر بات پہ کہتا ہے کہ بھائی میں تو عاجز بندہ ہوں۔ پتا نہیں یہ عاجزی کا مریض و بیمار لوگوں سے کیا تعلق ہے اور زبانی تکرار سے اپنے عاجز ہونے کا یقین کیسے دلاتے ہیں؟

عاجزی

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

اور کچھ ایسے بھی کہ جوتوں کو سیدھا کر دیں تو عاجزی کے علَم بردار ٹھہریں۔ کیا پتا کون عاجزی میں کرے؟ اور کون میرے جیسا کہ میں اتنا بڑا آدمی اور مسجد میں لوگوں کے جوتے سیدھے کر رہا ہوں۔ کیا بات ہے‘ واہ بھئی واہ۔ لوگوں کا تریاق‘ میرے لیے زہر۔

جس کا نفس عاجزی سے موٹا ہو جائے‘ جس کا کبر عاجزی پہ پلے‘ وہ کہاں جا کے دہائی دے؟

مئے کا نشہ ایک رات میں اتر جاتا ہے‘ مگر ’’میں‘‘ کا نشہ زندگی بھر نہیں اُترتا۔

تربیت تو وہاں ہو جہاں نفس پر چوٹ لگے۔ بابا صاحبا‘ میاں جی‘ پیر صاحب کے نعروں میں تو بندہ عاجزی سے عاجز ہو جائے۔

میرے دوست طارق بلوچ صحرائی صاحب کہتے ہیں کہ

’’خدا جب کسی کو عاجز کرنا چاہے تو اس سے عاجزی چھین لیتے ہیں۔‘‘ عمر بھر میں یہ جملہ سمجھ آجائے تو بہت ہے۔

پتا نہیں کہاں سے ملے گی یہ عاجزی؟

پھٹے پُرانے کپڑے‘ باسی کھانا اور بڑھے ہوئے بال۔ اگر یہ عاجزی ہے تو بھکاری کسے کہتے ہیں؟ (بقیہ ص 17 پر)

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

یومِ عاشوراء میں مسلمان کیا کریں؟

سوال: یومِ عاشوراء سے متعلق شریعت نے کیا حکم دیا ہے؟ اس دن مسلمان کیا کریں؟

جواب: اس دن کے متعلق شریعت نے خاص دو چیزیں بتلائی ہیں :

1. روزہ رکھنا۔ 2. اہل و عیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے یومِ عاشوراء کو اپنے بال بچوں پر کھانے پینے میں وسعت کی تو اللہ تعالیٰ پورے سال روزی میں اضافہ کریں گے' نیز چونکہ اس تاریخ کو ایک الم انگیز واقعہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پیش آیا اس کی یاد سے صدمہ ضرور ہوگا 'لٰہذا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتا رہے۔ اس کے علاوہ اس دن کے لئے اور کوئی حکم نہیں دیا گیا۔

کیا یومِ عاشوراء کا روزہ شہادت کی وجہ سے ہے

سوال: بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یومِ عاشوراء کی فضیلت اور روزہ رکھنے کی ہدایت صرف شہادتِ حسین کے باعث ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: یہ بات بالکل غلط ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یومِ عاشوراء افضل و معظّم ہوا اور اس کی وجہ سے روزہ رکھا جاتا ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لئے ایسا مبارک و معظّم دن پسند فرمایا جس کی وجہ سے آپؓ کی شہادت کے درجات میں زیادتی فرمائی۔ دسویں محرّم کو اسلام اور اسلام سے پہلے اگلی امتوں مثلاً یہودیوں میں بھی بڑی عزت و وقار کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔

محرم کی رسوم

سوال: محرم کی دسویں تاریخ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے موقع پر روافض کی دیکھا دیکھی بہت سارے سنی مسلمان بھی رسمِ تعزیہ داری' ماتم' واویلا اور نوحہ کرتے ہیں' مرثیے گاتے ہیں اور سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

جواب: حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ اور خاندانِ نبوت سے عقیدت کا تعلق رکھنے والے ہر مسلمان کے لیے روح فرسا واقعہ ہے۔ سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہیے۔ کسی جابر طاقت کے سامنے جھکنے سے جامِ شہادت نوش کرنے کا مقام بہت بلند ہے' لیکن یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ اس سے جرأت و حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زنانہ مراسم نے قبضہ کر لیا ہے اور اب ان ہی کے ذریعے حقِ وفاداری ادا کیا جاتا ہے۔

محرم الحرام میں کی جانے والی مذکورہ رسوم بدعت ہونے کی بناء پر ناجائز اور حرام ہیں' نیز تعزیہ بنانا گناہ ہے' کیونکہ یہ عوام کے بہت سے افعالِ شرکیہ کا سبب بنتا ہے' لوگ اس سے مرادیں مانگتے ہیں' چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور اس کے لیے منّتیں مانگتے ہیں اور ان افعال کے شرکیہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

محرم الحرام میں شادی کرنے کا حکم

سوال: بعض لوگ محرم الحرام میں شادی بیاہ کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اس ماہ کو غم اور مصائب کا مہینہ کہتے ہیں۔ شریعت کی نظر میں یہ خیال درست ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ محرم الحرام بھی سال کے دوسرے مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے۔ جس طرح سال کے دوسرے مہینوں میں شادی بیاہ کرنا جائز ہے اسی طرح محرم میں بھی جائز ہے۔ کسی بھی دلیلِ شرعی سے اس کی حرمت و ممانعت ثابت نہیں ہے' بلکہ ماہِ محرم میں شادی کرنا اور کرانا دونوں نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ کا حضرت صفیہؓ کے ساتھ نکاح ماہِ محرم میں ہوا' اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں (حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ) کا نکاح ماہِ محرم میں کرایا' لٰہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس غلط خیال کو ترک کریں۔

دس محرّم الحرام کی بدعات

سوال: دسویں محرّم کو شربت بنانا' پینا اور کھچڑی پکانا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ خاص طور پر تعزیہ بنانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: محرّم الحرام کے مہینے میں کی جانے والی مذکورہ بالا رسوم بدعت ہونے کی بناء پر ناجائز ہیں' نیز تعزیہ بنانا گناہ ہے' کیونکہ یہ عوام کے بہت سے افعالِ شرکیہ کا سبب بنتا ہے' لوگ اس سے مرادیں مانگتے ہیں' چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور اس کے لئے منّتیں مانگتے ہیں اور ان افعال کے شرکیہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

دس محرّم کو مٹھائی تقسیم کرنا

سوال: بعض علاقوں میں رواج ہے کہ دس محرّم میں مٹھائی اور دیگر کھانے کی چیزیں مسجد میں لا کر گھر گھر تقسیم کی جاتی ہیں' یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ کوئی شرعی چیز اور قرآن و حدیث سے ثابت نہیں' اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے' البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دس محرّم کو روزہ رکھنے میں بہت ثواب ہے اور اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر لینا باعثِ برکت ہے۔

محرّم کے شربت کا حکم

سوال: محرم کے دنوں میں بہت سارے مسلمان سبیل لگا کر چندہ جمع کر کے شربت پیتے اور پلاتے ہیں' کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ پابندی بھی غلط اور غیر ثابت ہے' اگر سردی کا موسم ہو تب بھی شربت ہی پلایا جاتا ہے۔ دراصل ایک غلط عقیدہ کو بھی اس میں دخل ہے' وہ یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ پیاسے شہید کئے گئے اور یہ شربت ان کے پاس پہنچ کر ان کی پیاس بجھائے گا۔ اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا' نہ ہی ان کو ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا کر رکھی ہے' جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

محرم میں ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکانا

سوال: محرم کے مہینے میں خاص طور پر نویں' دسویں اور گیارہویں تاریخ کو بہت سے مسلمان کھانا پکا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: واضح رہے کہ ایصالِ ثواب کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق نقد رقم کسی کارِ خیر میں لگائی جائے یا کسی مسکین کو دے دی جائے۔ یہ طریقہ اس لیے افضل ہے کہ اس سے مسکین اپنی ہر حاجت پوری کر سکے گا اور اگر آج اسے کوئی ضرورت نہیں تو کل کی ضرورت کے لیے رکھ سکتا ہے' نیز یہ صورت ریا اور نمود سے بھی پاک ہے۔ حدیث میں مخفی (چھپکے سے) صدقہ دینے والے کی یہ فضیلت وارد ہوئی ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے' جبکہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اور سورج کی تپش کی وجہ سے لوگ اپنے پسینوں میں غرق ہو رہے ہوں گے۔

فضیلت کے لحاظ سے دوسرے درجے میں یہ صورت ہے کہ مسکین کی حاجت کے مطابق اسے صدقہ دیا جائے' یعنی اس کی ضرورت کو دیکھ کر اسے پورا کیا جائے۔ یہ ایصالِ ثواب کی صحیح صورتیں ہیں۔ باقی سوال میں ذکر کردہ ایصالِ ثواب کے طریقے میں کئی خرابیاں ہیں جس کی بناء پر مذکورہ طریقہ جائز نہیں ہے :

1. جن ارواح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے' اگر ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھا گیا تو یہ شرک ہے اور ایسا کھانا "مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ" (اللہ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے جانور ذبح کرنا یا صدقہ کرنا) میں داخل ہونے کی وجہ سے قطعی حرام ہے۔
2. عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صدقہ میں دی جاتی ہے' میت کو بعینہٖ وہی چیز ملتی ہے' یہ خیال بالکل باطل اور لغو ہے۔ میت کو وہ چیز نہیں پہنچتی' بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیت لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کے جانور کا گوشت پوست نہیں پہنچتا' بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔
3. مروجہ ایصالِ ثواب میں اپنی طرف سے قیود لگائی گئی ہیں : صدقے کی متعین صورت یعنی کھانا ہی کھلانا' مہینہ متعین' دن متعین' حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعیین نہیں فرمائی' بلکہ آپ جب چاہیں' جو چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں۔ شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیاں لگانا سخت گناہ اور بدعت' بلکہ شریعت کا مقابلہ ہے۔

تعارف

جائفل کو عربی میں جوز بوا اور انگریزی میں Nutmegs کہتے ہیں۔ اس کا نباتاتی نام Myristica ہے۔ مزاج گرم وخشک درجہ دوئم ہے۔
اس درخت کا پھل گول یا بیضوی مثل آڑو کے ہوتا ہے جو پکنے کے بعد دو پھانک میں پھٹ جاتا ہے۔ باہر کی رنگت بھوری خالی پن لیے ہوئے اوپر اس کے جال دار خطوط ہوتے ہیں، اندر کا رنگ میلا گلابی جس میں بھورے سرخی مائل رنگ کے خطوط کا جال ہوتا ہے۔ خاص طرح کی تیز بو اور ذائقہ تلخ اور خوشبودار ہوتا ہے۔ اس کی قوت تین برس تک رہتی ہے۔

ایک جائفل اور بے شمار فوائد

- دل اور جگر کو قوت دیتی ہے۔
- بھوک بڑھاتی ہے۔
- گلے کو صاف کرتی ہے۔
- ریح اور بلغم کا فساد دور کرتی ہے۔
- قے کو روکتی ہے۔
- پیٹ کے کیڑوں میں مفید ہے۔
- زکام اور کھانسی کو نافع ہے۔
- دل اور بدن کو طاقت دیتی ہے۔
- سردی کے امراض اور وروموں میں مفید ہے۔
- مقوی باہ ہے، مفرح ہے۔
- زیادہ مقدار میں قدرِ نشہ لاتا ہے۔
- طبیعت میں طاقت پیدا کرتا ہے۔
- حرارت غریزی کا محافظ ہے۔
- منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے۔
- کھانا ہضم کرتا ہے۔
- معدہ کی رطوبت کو دور کرتا ہے۔
- یرقان کو نافع ہے۔
- سلسل البول کو فائدہ دیتا ہے۔
- معدہ اور فمِ معدہ اور مری (غذا کی نالی) کو قوت دیتا ہے۔
- جگر کو قوت دیتا ہے اور جگر اور تلی کے ورم کو تحلیل کرتا ہے۔
- آنکھ میں کھجلی ہو تو اس کے لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ بینائی قوی ہوتی ہے۔
- امساک کے نسخوں میں اس کو شامل کیا جاتا ہے۔
- یہ نزلے کو بھی فائدہ دیتا ہے۔
- منہ میں رکھ کر چوسنے سے لقوہ کو فائدہ ہوتا ہے۔
- اس کو روغنوں میں داخل کر کے مالش کرنے سے سردی کے دردوں کو نفع پہنچتا ہے۔
- استسقائے لحمی، گٹھیا، لقوہ اور فالج کو مفید ہے۔

- روغن میں اس کو پیس کر کان میں ٹپکانے سے بہرہ پن دور ہو جاتا ہے۔
- پیٹ کے اندرونی اعضا جیسے جگر، تلی وغیرہ کی اصلاح کرتا ہے۔
- اس سے منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے۔
- اس کے استعمال سے پسینہ کی بدبو جاتی رہتی ہے۔
- اس سے قے اور متلی بھی بند ہو جاتی ہے۔
- اس کو استعمال میں رکھنے سے تلی نہیں بڑھتی۔
- سونٹھ اور جائفل کا سفوف 3-3 رتی کی مقدار میں 6 رتی زیرہ کے سفوف کے ساتھ ملا کر کھانے سے ہاضمہ درست رہتا ہے اور ریاح کی کثرت دور ہو جاتی ہے۔
- اگر قوت شامہ یعنی سونگھنے کی قوت جاتی رہے تو اس سے درست ہو جاتی ہے۔
- بچوں کا دودھ چھڑانے سے جو امراض پیدا ہو جاتے ہیں اُن کو دور کرتی ہے۔
- دردِ سر کے لیے جائفل کے ساتھ دھنیا شامل کرتے ہیں۔
- مسوڑھوں میں درد ہو تو جائفل کو منہ میں رکھیں۔
- شہد اور بنفشے سے بھی اس کے نقصانات کو دور کیا جا سکتا ہے۔
- جگر کی گرمی کے لیے اسے صندل کے ساتھ استعمال کرواتے ہیں۔
- کہا جاتا ہے کہ جائفل کا خیساندہ مرض ہیضہ کی تشنگی کو دور کرنے کے لیے نافع ہے۔
- اس کو چبانے سے بدبوئے دہن رفع ہو جاتی ہے۔
- اس کے لطیف روغن کو بوسیدہ دانت کے درد میں لگانے سے درد رفع ہو جاتا ہے۔ اس کے کھانے سے سرد مزاج والوں کو باہ میں طاقت آتی ہے۔
- بدن کی کھال میں جوش پیدا کرنے کے لیے اس کا تیل ملنا چاہیے۔
- دردِ سر دفع کرنے کے لیے جائفل کا لیپ کرنا چاہیے۔
- اس کا لیپ کرنے سے بینائی بڑھتی ہے۔
- اس سے پیٹ کا بادی کا درد رفع ہو جاتا ہے۔
- جائفل کو پیس کر لیپ کرنے سے ہیضے کا تشنج دفع ہوتا ہے۔
- مرگی کے مریضوں کے گلے میں جائفل لٹکانے سے فائدہ ہوتا ہے۔
- معدے اور آنتوں میں سرد تر مواد جمع ہونے سے دست آتے ہوں تو انھیں بند کرتا ہے۔ دست روکنے کی اس میں خاصیت ہے۔ اس سے ایک قسم کا نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، یعنی حبسِ شکم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کو دوسری ملین شکم دوا کے ساتھ دیتے ہیں۔ اگر صفرا، بادی اور بلغم تینوں کی وجہ سے دست آتے ہوں تو انھیں روکتی ہے۔
- جائفل سردی کے دردوں اور وروموں کو مٹاتا ہے اور ان کو تقویت دیتا ہے۔ اس کے درخت کی چھال سے بھی یہی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔
- اس کا چھلکا روغنِ بنفشہ میں پیس کر ناک میں ڈالنے سے دردِ شقیقہ (آدھے سر کا درد) کو نفع پہنچتا ہے۔
- چوٹ سے بدن پر داغ پڑ جائیں یا رخسار پر چھائیاں ہو جائیں تو اس کو تنہا یا شہد کے ساتھ لگانا مفید ہے۔
- گٹھیا میں جوڑوں پر مالش کرنے سے بے حد فائدہ ہوتا ہے۔ تمام افعال میں اس کا روغن اور عطر قوی ہے۔
- اگر معدے میں بدبودار رطوبت جمع ہو جس کی وجہ سے منہ میں بو آنے لگے تو اس کے کھانے سے خشک ہو جاتی ہے۔
- پیشاب کی بدبو دفع کرتا ہے اور زیادہ لاتا ہے، چناں چہ جس کا پیشاب رُک جائے اسے جائفل استعمال کروانا چاہیے۔
- اطبّا روغنِ جائفل ایک حصہ میں روغنِ زیتون چار حصہ ملا کر پرانے گٹھیا میں اس کی مالش کرواتے ہیں۔
- بعض لوگ جائفل کو چونے کے پانی میں بھگو کر خشک کر لیتے ہیں، اس عمل سے اس میں کیڑا نہیں لگتا۔
- گھروں میں بزرگ خواتین بچوں کے سینے کے امراض میں اس کو گھس کر شہد کے ہمراہ چٹاتی ہیں۔
- منہ آجانے کی صورت میں تازہ جائفل کے رس کو پانی میں ملا کر کلیاں کرنے سے نفع ہوتا ہے۔
- کان کے پیچھے گانٹھ ہو جائے یا کہیں اور ورم آجائے تو جائفل پیس کر اس جگہ لیپ کرنا چاہیے۔
- جائفل کے سفوف میں گھی اور کھانڈ ملا کے چٹانے سے بچوں کے پیٹ کی آئوں بند ہو جاتی ہے۔
- گٹھیا کا درد دور کرنے کے لیے جائفل کو سونٹھ کے جوشاندے کے ساتھ دینا چاہیے۔
- ٹھنڈے پانی سے گھس کر اس کو پینے سے پیاس اور جی کا متلانا موقوف ہو جاتا ہے۔
- جائفل کو 5 رتی سے 15 رتی تک اور روغن کے دو تین قطرے کو شکر میں ڈال کر یا گولی کی صورت میں استعمال کروائیں۔

احتیاطیں

- جائفل جگر، پھیپھڑے اور گرم مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے۔
- جائفل کی بڑی خوراکوں کے استعمال سے یہ بطور قوی مخدر یعنی جسم پر سُن پن پیدا کرتا ہے، چناں چہ سر بھاری ہو جاتا ہے۔ سر کا چکرانا اور بے ہوشی ہو سکتی ہے، جیسا کہ کافور کو بڑی خوراک میں دینے سے سمی علامت پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی علامات اس سے بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

خط نمبر 34

محمد دانش

باپ کا بیٹی کے نام خط

دینی تعلیم

میری سعادتمند بیٹی۔ بہزار ہا دعائیں

بیٹی! آپ کو دینی علوم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہے۔ چناں چہ اپنی بچی کو بھی یہ بات ذہن نشین کرادیں کہ یوں تو تمام علوم اہم ہیں لیکن دین کا علم انتہائی اہم ہے۔ دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام کی تعلیم اور قرآنِ حکیم کی تفہیم نہایت ضروری ہے' لہٰذا آپ اپنی بچی کو اس پر ضرور توجہ دلائیں۔ اگر ابھی تک قرآنِ مجید نہیں پڑھ سکی تو اب پڑھائیں اور ساتھ ہی ساتھ مستند حدیث کا مطالعہ بھی کروائیں۔

اسلام صرف مذہب نہیں بل کہ دین ہے' مکمل ضابطہ حیات ہے۔ قرآن مجید کی تفہیم سے آپ کے سامنے انسان کی تخلیق کا مقصد اور کائنات میں اس کا صحیح کردار واضح ہو جائے گا۔ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ زندگی چاہے سو برس کی بھی ہو حقیقتاً چند روزہ ہے اور آخرت ہمیشہ کی ہے۔ لہٰذا دنیا میں سکون وعافیت' پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرنے میں ہی مضمر ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ خاردار جھاڑیوں کے درمیان سے بچ بچ کر نکلنے کو تقویٰ اور پرہیزگاری کہتے ہیں۔ بیٹی! آپ کو زندگی میں قدم قدم پر گناہوں کی پُرکشش دلدل اور گمراہی کی خوبصورت مگر خاردار جھاڑیوں سے گِھرے ہوئے راستے ملیں گے۔ آپ جتنا ان سے بچ کر چلیں گی' آپ کی زندگی اتنی ہی پُرسکون اور مطمئن گزرے گی اور یاد رکھنا کہ دنیا میں سب سے اچھی زندگی ایک مطمئن پُرسکون اور باعزت زندگی ہے' جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔

میں نے بے شمار اعلیٰ عہدوں پر فائز' امیر ترین اور حسین و جمیل لوگوں کو پریشان اور غیر مطمئن زندگی بسر کرتے دیکھا ہے۔ راہِ راست سے بھٹک کر کبھی فلاح نہیں ہوتی۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ دولت راتوں رات مل سکتی ہے' عہدہ بھی راتوں رات حاصل ہو سکتا ہے' لیکن معاشرے میں باعزت مقام حاصل کرنے کے لیے انسان کو نیکی' محنت اور ایمانداری کی صبر آزما کسوٹی سے گزرنا پڑتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اپنا نصب العین اور ترجیحات درست رکھیں' فرائض سے چشم پوشی نہ کریں اور ثابت قدمی سے صراطِ مستقیم پر حتیٰ الامکان چلنے کی کوشش کریں۔ آزمائش سے پناہ مانگی گئی ہے' پھر بھی آزمائش سے نہ گھبرائیں' صبر و تحمل کا دامن تھامے رکھیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ انشاء اللہ آپ کامیاب وکامران رہیں گی۔

ہر انسان کی یہ چاہت ہوتی ہے کہ اس کے کام میں آسانیاں ہوں اور اگر وہ پریشانی میں گھر جائے تو مصیبت سے نکلنے کی کوئی سہل راہ نکل آئے اور اس کے رزق میں برکت ہو اور وہ آخرت میں بھی سرخرو ہو۔ اُن کی یہ تمام چاہتیں اللہ پوری کر سکتا ہے اگر وہ اپنی زندگی میں تقویٰ اختیار کرے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًاۙ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق: 2-3)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا کردے گا اور اُسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہو گا۔

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا (الطلاق: 4) ترجمہ: اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کردے گا۔

یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا (مریم: 85) ترجمہ: اُس دن کو نہ بھولو' جس دن ہم سارے متقی لوگوں کو مہمان بنا کر خدائے رحمٰن کے پاس جمع کریں گے۔

اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ مَفَازًا ۙ حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا ۙ وَّکَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ۙ وَّکَاۡسًا دِہَاقًا ؕ (النبا: 31-34)

ترجمہ: جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا تھا' اُن کی بیشک بڑی جیت ہے ۔ باغات اور انگور ۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ۔ اور چھلکتے ہوئے پیانے!

بیٹی! ان آیات کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا کہ متقیوں کے لیے دنیا میں کتنی راحتیں ہیں اور آخرت میں کتنے انعامات ہیں۔ والسلام

دعا گو

آپ کے ابو

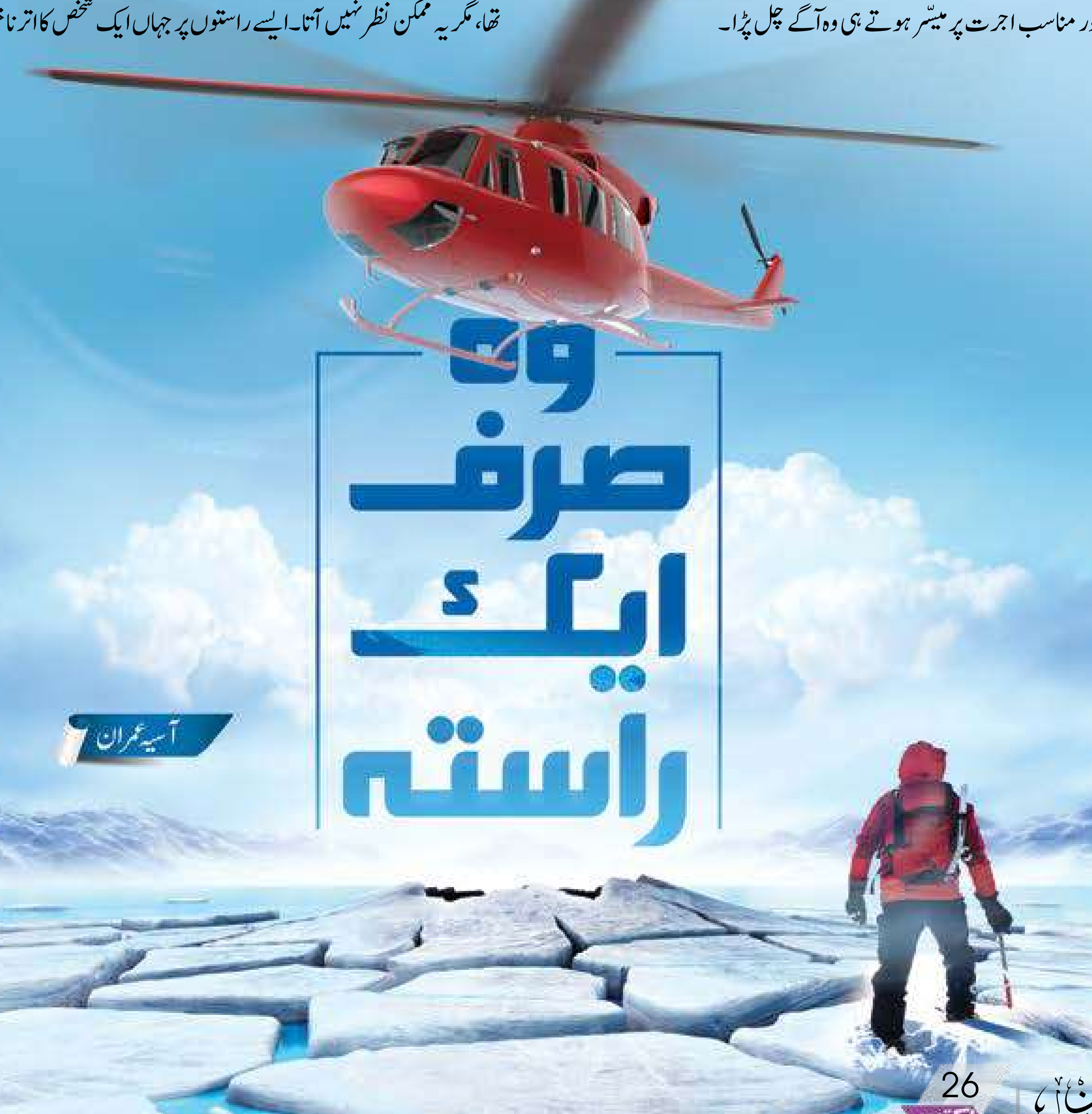

وہ صرف ایک راستہ

آسیہ عمران

شمال کے بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان ایک قافلہ قدرے غیر معروف پُر خطر پہاڑی راستوں پر چلا جارہا تھا۔ گورے رنگ کا ایک غیر ملکی اپنی حرکات سے ان کا رہنما دکھائی دیتا تھا۔ وہ مسلسل چوکس انداز میں متلاشی نگاہوں سے ارد گرد کا جائزہ لیتا۔ مناسب مقام پر ساتھیوں کو روکتا۔ مزدوروں سے پتھروں میں سوراخ کروا کر کیل نما آلات نصب کرتا۔ لیپ ٹاپ نکال کر سیٹلائیٹ سے مختلف راستے کھوجتا۔ مقامی رہنما سے کھسر پھسر کرتا اور چل دیتا۔ اس قافلے سے خاص فاصلہ رکھے کچھ اور لوگ بھی محوِ سفر تھے۔ ان کی نگاہیں باریک بینی سے قافلے کے ایک ایک فرد پر نظر رکھے ہوئے تھیں کہ کسی کا معمولی سا اشارہ بھی ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جدید ترین اسلحہ کسی بھی ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔

غیر ملکی بھاری بھر کم سامان اٹھاکے مزدوروں کی تھکاوٹ کا اندازہ لگا کر، کہیں پڑاؤ کا حکم دیتا تو خیمے تان دیے جاتے۔ ادھر تھکن سے بے حال ہوتے ہی بے خبر سوتے۔ دوسری طرف غیر ملکی شراب میں بدمست غافل ہو جاتا، کہ اسے معلوم تھا اس کی حفاظت کرنے والے، جاگنے والے لوگ ہیں۔ پہلے سے طے کردہ مقام تک پہنچنے کے بعد مزدور اجرت وصول کر کے واپس ہو جائے۔ اگلی منزل کے لیے قریبی علاقے سے تازہ دم مزدور مناسب اجرت پر میسّر ہوتے ہی وہ آگے چل پڑا۔

”میرے بے حد عزیز ساتھیو! اپنا سامان باندھ لو۔ کل فجر کے وقت آپ سب کی روانگی ہے۔ سفر میں حسن تمھارے امیر ہوں گے۔ سفر کا خرچ اور دیگر ہدایات حسن کو جانے سے پہلے جا ملیں گی۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔“

”آپ کیا کہہ رہے ہیں احمد بھائی؟“ سب نے حیرانی سے احمد کی ہدایات سنتے ہوئے کہا۔

”میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ ہماری چھٹیاں ختم ہو چکی ہیں۔ سب کے گھر والے واپسی کے منتظر ہوں گے۔ میرے پاؤں کی ہڈّی نہ ٹوٹی ہوتی تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی محوِ سفر ہوتا۔ اب جب کہ میرا جانا ممکن نہیں ہو پا رہا اور امیرِ سفر ہونے کے ناتے میں آپ کو حکم دے سکتا ہوں اور یہ میرا حکم ہی ہے کہ کل فجر میں آپ سب کو روانہ ہونا ہے۔“

”ہمارے بے حد عزیز امیرِ سفر! اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی کچھ عرض کریں۔“ انس نے احمد سے مصنوعی معززانہ انداز اختیار کیا۔ پریشانی کے باوجود سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی۔

”جنابِ عالی! سب سے پہلی بات تو یہ کہ ہم اس بلند ترین پہاڑی جیسے مقام پر اس تکلیف کے عالم میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر کسی صورت نہیں جا سکتے۔ مختلف تدابیر پر غور کر رہے ہیں۔ ارسلان کا شعبہ آپ کو اسٹریچر پر باندھ کر نیچے کی بستی میں لے جانے کا تھا، مگر یہ ممکن نظر نہیں آتا۔ ایسے راستوں پر جہاں ایک شخص کا اترنا خطرے سے خالی نہ ہو۔ وہاں اسٹریچر پر لے جانا ناممکن ہی ہے اور اب موسم خراب ہو رہا ہے۔ دوسری صورت کسی ڈاکٹر کو یہاں لانے کی ہے تو اول تو اس مقام پر کوئی ڈاکٹر آئے گا ہی نہیں اور اگر آنے پر تیار ہوا بھی تو اسے لانے میں تین چار دن تو لگ ہی جائیں گے۔“

”آگے میں بتاتا ہوں۔“ کامران نے انس کو بٹھا کر کہا ”اتنے دن آپ کے لیے اس تکلیف میں گزارنا مشکل ہے اور دوسری بات کہ ڈاکٹر کلینک سے کس حد تک ضرورت کا سامان یہاں لا سکتا ہے؟ یقینا سب لانا ممکن نہیں۔ اب ایک ہی بات ممکن تھی اور وہ ہم نے کی ہے۔ اور یقین رکھیں! ہم بہت جلد اپنے گھروں میں ہوں گے۔“ اب حیران ہونے کی باری احمد کی تھی۔

آلے کو دیکھ کر غیر ملکی کی آنکھیں چمک رہی تھیں، جو اسے بتا رہا تھا کہ وہ بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہیں۔ اس کا مشن اب اختتامی مراحل میں تھا۔ اس کا کام آج ہی ختم ہو جاتا اور وہ واپسی کے لیے چل پڑتے۔ اس نے بغیر آرام کیے متعدد مقامات پر آلات نصب کیے۔ یہاں بادل ہی بادل تھے۔ یہاں تک کہ قریبی افراد بھی نظر نہ آتے۔ کچھ افراد غیر ملکی سے یہاں بالکل چپک کر رہ گئے کہ بہت سے آلات نے اتنی بلندی پر کام کرنا چھوڑ دیا تھا اور وہ کسی بھی قسم کا سیکیورٹی رِسک نہیں لے سکتے تھے۔

اچانک ہی تیز ہواؤں نے اور گڑ بڑ پیدا کر دی۔ سب اپنی اپنی جگاؤں پر دبک گئے۔ یہ ہوا بڑی ہی خطرناک تھی، جو ذرا سی غفلت پڑنے پر کہیں سے کہیں لے جاتی۔ مقامی لوگ جانتے تھے کہ بسا اوقات یہ ہوا گھنٹوں چلتی رہتی ہے۔

غیر ملکی اس سفر کے لمحے لمحے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پرندوں کی چہچہاہٹ، چشموں کی گنگناہٹ اور سبزے کی ایک مہک سے اس نے ایک نئی دنیا کشید کی تھی۔ ہوا جلدی ہی تھم گئی۔ اس نے ساتھیوں کو فوراً ہی سامان سمیٹ لینے کا حکم دیا۔ سگنل ہنوز غائب تھے کہ یکایک گڑگڑاہٹ نے ہلچل مچا دی۔ منٹوں میں بھاری بھر سامان سے توپیں تیار کر لی گئیں۔ غیر ملکی کو کھینچ کھانچ کر فوراً ہی ایک پہاڑ کی کھوہ میں چھپا دیا گیا۔ اب سب آنے والی صورتِحال سے نمٹنے کے لیے تیار تھے۔

ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ، قریب سے قریب تر آتی محسوس ہو رہی تھی۔ مسجد کے صحن میں گروپ نے اوپر چکر لگاتے ہیلی کاپٹر کو دیکھا اور جلدی سے سامان سمیٹنے لگے۔ احمد حیران و پریشان کبھی ہیلی کاپٹر اور کبھی تیاری میں مصروف اپنے ساتھیوں کو دیکھتا۔ ساتھی اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے مسکراتے اپنے کاموں میں لگے رہے۔ انس اندر سے اسٹریچر اٹھا لایا۔

جلد ہی ہیلی کاپٹر سے چھلانگیں لگا کر مختلف کمانڈوز نے مسجد کے ارد گرد پوزیشنیں سنبھال لیں اور پھر ان کی طرف سے اعلان شروع ہوا ”ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ، ورنہ مار دیے جاؤ گے۔“ حیران و پریشان احمد کو ساتھی اسٹریچر پر اٹھائے اپنے سامان کے ساتھ باہر آئے، جن کو دیکھ کر اور مسجد کی تلاشی لے کر کمانڈوز کا کمانڈر حیران رہ گیا کہ اسے نہ تو یہ لڑکے دہشت گرد لگے تھے اور نہ ہی کسی قسم کے اسلحے کے کہیں کوئی آثار تھے۔ ان سب کو حراست میں لے کر ہیلی کاپٹر میں بٹھا دیا گیا۔ ”نصرٌ من اللہ وفتحٌ قریب“ انس کا نعرہ بے ساختہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد غیر ملکی اپنے ساتھیوں کے ہم راہ کمانڈوز کے جلو میں آتا دکھائی دیا اور اسی ہیلی کاپٹر میں بیٹھا، جس میں احمد اور اس کے ساتھیوں کو پہلے ہی بٹھایا جا چکا تھا۔

”امی جان! میرا اس بلند ترین مقام سے زندہ سلامت آجانا، ایک معجزے کے سوا کچھ نہیں اور یہ معجزہ دعا کا ہے۔“ احمد اپنی ماں کا ہاتھ تھامے بتا رہا تھا ”ہماری چھٹیوں کا یہ ٹور ہمیں کیا سکھا گیا۔ لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہم چھ دوست اس دفعہ اپنی چھٹیوں کے گزارنے کی پلاننگ کر رہے تھے تو رب کی کیا پلاننگ تھی۔ ہم نے سوچا تھا کہ ہم بلند و بالا پہاڑوں پر موجود لوگوں کی زندگی کو جانیں گے اور ساتھ ساتھ قرآن کا جتنا فہم حاصل کیا ہے، وہ لوگوں تک پہنچائیں گے۔ وہاں لوگوں کی حد درجہ مشکل زندگی نے ہمیں پریشان کر دیا تھا۔ ہم نے وعظ و نصیحت سے اور آسان فہم انداز میں انھیں مسلمان بننا ہی نہیں سکھایا، بل کہ ہم حقیقی معنوں میں خود بھی مسلمان بنے۔ ہم نے دوسروں کا درد محسوس کیا اور اپنی زندگی کے لیے مقصدِ حیات چنا کہ ہم ان دور دراز مقامات پر سہولتیں بہم پہنچائیں گے اور انھیں مقصدِ زندگی سے روشناس کرائیں گے۔

چھٹیاں ختم ہونے کو تھیں اور ہم واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ ٹھوکر لگنے سے میں لڑھکتا ہوا نیچے جا گرا اور پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ درد سے تڑپتے، بے بسی کی انتہا پر جہاں میرے عزائم میں پختگی آئی، وہاں ساتھیوں کے یقین پر معجزہ ہوتے دیکھا۔

انھوں نے رب سے ہماری باحفاظت واپسی کے لیے ہیلی کاپٹر مانگا تھا اور رب نے وقت پر بھیجا تھا کہ اگر کچھ دیر اور ہو جاتی تو ہڈی کا جُڑنا شاید ناممکن ہو جاتا۔“

”حد ہو گی یار... تم لوگ بھی خواہ مخواہ پریشان ہو گئے اور واپسی کے سفر کی لذتوں سے محروم کر دیا۔“ غیر ملکی ہنستے ہوئے اپنے سفارت خانے میں بیٹھا اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔

”کوئی پتا نہیں ان لوگوں کا۔ تمھاری جان ہمارے لیے قیمتی تھی۔ ہماری حکومت نے ایک کال پر ان کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ آخر وہ طالبان کے تم پر حملہ کرنے کی خبر پر خاموشی کیسے اختیار کر سکتے تھے، وہ تو بعد میں پتا چلا کہ وہ کالج کے طلباء کا گروپ تھا، جو چھٹیاں منانے پہاڑوں پر گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھی کی وجہ سے واپس نہیں آپا رہے تھے۔“ اس کا ساتھی اسے تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا اور غیر ملکی افق پر نگاہیں جمائے سوچ رہا تھا ”کچھ تو تھا ان لڑکوں میں کہ قدرت نے ان کے لیے ہیلی کاپٹر بھیج دیا۔“

”ہمارے پاس دعا کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ تمام ممکنہ حوالوں سے ہم سوچ چکے تھے۔ ایسے میں جب سارے راستے بند ہوں تو پھر ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ ہے ”اللہ کی غیبی مدد کا“۔ ہم نے دعا ان لمحوں میں مانگی تھی، جب وہ ذات خود مانگنے والے کو پکارا کرتی ہے، تو ہماری صدا رد کیسے کی جا سکتی تھی۔ ہمیں اس کا یقین تھا۔ ہم ہیلی کاپٹر کے آنے پر قطعاً حیرت زدہ نہ تھے، بل کہ حیرت تو تب ہوتی جب وہ نہ آتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ دل کی گہرائیوں سے مانگی دعا کبھی رد نہیں کرتا۔“ اس کا یقین مزید پختہ ہو گیا تھا۔

pg28
al-ghaffar
travel
7

پہلی ماں ''امّاں زرعونہ'' ہیں' جو مشہور افغان حکمران احمد شاہ ابدالی کی والدہ محترمہ تھیں۔ دردِ امت اور اسلام کی سر بلندی کے لیے کوشاں رہتیں' جب مرہٹوں سے خطرے کے پیشِ نظر احمد شاہ ابدالی نے قندھار میں قلعہ تعمیر کرنے کا سوچا تو فرمانے لگیں: ''کاش ! میں تجھ سا بیٹا نہ جنتی۔ کاش ! میں تجھے اپنا دودھ نہ پلاتی۔ کیا اس روز کے لیے تجھے پالا پوسا تھا کہ ہندوستان کے مرہٹوں کے خوف سے تم قندھار میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کی بات کر رہے ہو' تاکہ تم اس قلعے میں مرہٹوں سے چھپ سکو۔ تمہیں تو چاہیے تھا کہ یہاں سے ہندوستان جاتے اور مرہٹوں کی کمر توڑ کر واپس آتے۔'' اور پھر اس عظیم اور باہمت ماں کے بیٹے نے پانی پَت کی جنگ میں مرہٹوں کی ایسی کمر توڑی' کہ وہ پھر کبھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔

دوسری ماں ''رقہ'' شہر کی ایک بے نام خاتون ہیں' جن کے متعلق ابو قدامہ شامی مجاہد لکھتے ہیں کہ ایک بار میں ''رقہ'' شہر میں جہاد کا سامان خریدنے گیا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی : ''آپ جہاد میں جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطا فرمائے ہیں' جو کسی عورت کو عطا نہیں فرمائے۔ میں نے ان بالوں کو کاٹ کر ایک رسی بنائی ہے۔ اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے' تاکہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں اور کسی ضرورت مند مجاہد کو دے دیں' تاکہ وہ اس کو اپنے گھوڑے کی لگاموں کے طور پر استعمال کرے' پھر کہنے لگی میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ میرا خاوند اور خاندان سب اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں' اگر مجھے جہاد کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔ میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑا ہے' جو قرآن کا عالم ہے۔ گھوڑ سواری اور تیر اندازی کا ماہر' خوب صورت نوجوان ہے۔ وہ راتوں کو قیام اور دن کو روزہ رکھتا ہے' ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی زمینوں پر گیا ہے' اگر آپ کے جانے سے پہلے آگیا تو اسے بھی آپ اپنے ساتھ لے جانا۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطورِ ہدیہ پیش کرتی ہوں۔''

ابو قدامہ لکھتے ہیں کہ ابھی ہم تھوڑا ہی آگے گئے تھے کہ وہ نوجوان ہم سے آملا تو میں نے اسے سمجھایا کہ ابھی تم چھوٹے ہو تو وہ کہنے لگا: ''میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے جہاد سے محروم نہ کریں۔ میں انشاء اللہ ! شہید ابنِ شہید ابنِ شہید بنوں گا۔'' کہنے لگا: ''میری ماں نے مجھے وصیت کی کہ شہید قیامت کے دن سّتر اہلِ خانہ اور سّتر پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا۔'' پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر رخ آسمان کی طرف کر کے کہا: ''اے اللہ ! اے میرے مالک ! یہ میرا بچہ ہے۔ میرے دل کا پھول ہے۔ کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے تیرے سپرد کرتی ہوں' اسے اپنے والد کے قریب کردے۔'' (سبحان اللہ !)

بالآخر وہ نوجوان جہاد میں شہید ہوا اور جب اس کی ماں کو یہ خبر پہنچی تو روتے ہوئے کہنے لگی : ''اللہ نے میرا تحفہ قبول کر لیا۔'' اللہ تعالیٰ کی ان ماؤں پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اور ہم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ملے ۔ آمین

وہی تو ہے

قسط نمبر 3

نفیسہ سعید

”مجھے اس دنیا میں لانے کا سبب آپ ہیں اللہ نہیں اور سائنس کی ترقی ہے‘ جس کی بدولت ہمیں یہ جنم ملا‘ جو آج ہماری زندگیوں کو آرام دہ بنا رہے ہیں۔ میں آپ کو چیلینج کرتا ہوں ابّا جی! کہیں اپنے اللہ سے کہ وہ مجھے نیست و نابود کردے۔ جس زمین پر میں کھڑا ہوں‘ وہاں میری قبر بنادے۔ چلیں یہ نہ صحیح اسے کہیں کہ وہ میرے سامنے آئے اور مجھے یقین دلائے کہ وہ ہے۔“

اب درشہوار کی برداشت سے باہر ہو گیا‘ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر گئی اور حسن مراد کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

”میرا اللہ یہاں موجود ہے اور وہ ہر پل ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہے‘ مگر تم جیسے مرتد لوگوں کے دلوں پر جب قفل لگ جائیں تو انھیں نہ کچھ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کچھ سنائی دیتا ہے۔ احسن مراد! تعلیم لوگوں کو تصور بخشتی ہے‘ مگر افسوس... تمہاری تعلیم نے تم سے تمہارا سارا تصور چھین کر تمھیں بے عقل کر دیا ہے۔ دن کا نکلنا‘ رات کا غائب ہونا چاند سورج کا اپنے وقت پر آنا اور جانا‘ زمین میں مختلف پھل اور سبزیوں کا پیدا ہونا‘ یہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے کہ کوئی ہے جو یہ نظام چلا رہا ہے۔ تحقیق اور جستجو کرو احسن مراد‘ پتا لگ جائے گا کہ یہ کائنات کس نظام کے تحت چل رہی ہے۔“

”بہت ہو گیا... تم یہاں سے نکلو۔“

تاؤ جی طیش کے عالم میں آگے بڑھے اور احسن کو ایک زوردار دھکا دیا‘ جس سے اس کا سر دیوار سے جا ٹکرایا۔ یہ وہ احسن تھا‘ جس کی ذرا سی تکلیف تائی اماں کو بے چین کر دیتی تھی‘ مگر آج ان کی آنکھوں سے نکلتی نفرت کی چنگاریاں دیکھ کر اندازہ ہی نہ ہو رہا تھا کہ سامنے کھڑے شخص سے ان کا کوئی خونی رشتہ بھی ہے۔

”خبردار...!!! دوبارہ اپنا یہ ناپاک وجود لے کر میرے پاک گھر میں اپنے قدم نہ رکھنا‘ نجس اور ناپاک انسان‘ نکل یہاں سے...“

وہ دن احسن مراد کا اس گھر میں آخری دن تھا۔ وہ خالی ہاتھ ہی نکل گیا دوبارہ کبھی واپس نہ آنے کے لیے‘ مگر اس کے جانے کا دکھ کسی کو بھی نہ تھا‘ سوائے اس کے کہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا کوئی شخص اتنا کافر کیسے ہو سکتا تھا کہ خدا کے وجود کا ہی منکر ہو گیا۔

”احسن مرتد ہو گیا‘ ملعون اور کافر۔“

جس جس کو احسن کے خیالات کے متعلق پتا چلا‘ اس نے تایا جی سے یہ ہی کہا کہ وہ اسے مار دیتے کیوں کہ کسی مرتد کی سزا سوائے موت کے کچھ نہیں‘ لیکن تایا جی کا سب کو ایک ہی جواب تھا۔ ”وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ اور میں چاہتا ہوں کہ میرا رب اپنے ہونے کا اسے احساس دلائے تاکہ اس جیسے ناسمجھ اور مُلحد انسان کو عقل آئے‘ ورنہ ایسے وہ کبھی نہیں سمجھ سکے گا اور کفر کے نام مر کھپ جانے والا قتل‘ اس جیسے کئی لوگوں کو مزید شہہ دینے کا ذریعہ بنے گا‘ جو ہمیں دہشت گرد سمجھتے ہیں۔“

تایا جی کی یہ بات قدرے درست تھی‘ جس سے کسی کو انکار نہ تھا اور پھر اُڑتے اُڑتے پتا چلا کہ احسن نے امریکہ میں ایک کمیونسٹ لڑکی سے شادی کر لی۔ انہی دنوں درشہوار کی پھوپھی اسلام آباد سے کراچی آئیں تو رامس کو اپنی یہ سیدھی سادی کزن بہت اچھی لگی اور پھر ان دونوں کا رشتہ طے کر دیا گیا اور شاید یہی رضائے الٰہی تھا کہ درشہوار کا مقدر احسن مراد نہیں بل کہ رامس سکندر تھا اور یہ یقیناً میرے رب کا فیصلہ تھا‘ اس رب کا جس کا کیا گیا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوتا اور اس بات کا درشہوار کو ایک سو ایک فیصد یقین تھا اور اسی یقین نے اس کے دل میں رامس کی محبت کو احسن مراد کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ بھر دیا۔

”میں کچن سمیٹ کر جب اپنے کمرے میں آئی تو تقریباً رات کے بارہ بجنے والے تھے اور رامس ابھی تک میرے انتظار میں جاگ رہے تھے‘ یہ دیکھ کر میرے اندر طمانیت کی ایک گہری لہر اتر گئی۔

”شکر الحمد للہ!“ بے اختیار میرے منہ سے نکلنے والے اس کلمے نے اس کی توجہ میری جانب کر دی۔

”کام ختم ہو گیا؟“ وہ کچھ سوچتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا۔ مجھے محسوس ہوا کہ رامس کچھ اُلجھا اُلجھا سا ہے۔ (جاری ہے)

کھلونا

اہلیہ ساجد عیسانی

”تو کیا کام کرتے ہیں آپ احمد بیٹا...؟“ امی کی شیرینی سے بھرپور آواز اندر کمرے تک آ رہی تھی۔

”جی‘ میں ایک ملٹی نیشنل فرم میں مینیجر ہوں۔“ احمد کا جواب بھی صاف صاف سنائی دیا اور کیوں نہ سنائی دیتا‘ میرا کمرا بیٹھک کے عین برابر میں تو ہے۔

ملٹی نیشنل فرم کا سن کر میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔

”فرم کا مینیجر ہے وہ‘ مجھے بال کھلے رکھ کر جانا چاہیے۔“ میں نے سوچا اور بالوں میں لگا کلپ ہٹا دیا تو میری زلفیں لہرانے لگی۔

”ارے یہ کیا! فلم کی ہیروئن کی طرح بس کھڑی ہو۔“ امی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی آواز لگائی ”اس طرح آؤ گی سامنے تو کیا سوچیں گے وہ۔“

”کیا...!“ میں نے سوال کیا۔ ”فرم کا مینیجر ہے‘ وہ پورا دن کھلی زلفوں والی لڑکیوں کے بیچ میں تو کام کرتا ہے۔“

”تمہارے احمقانہ سوالات کے جوابات تو میں بعد میں دوں گی‘ فی الحال تم چائے کی ٹرے لے کر بیٹھک میں آؤ۔“ اتنا کہہ کر امی جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ پھر پلٹ کر کہا ”اور سنو! دوپٹہ سر پر اوڑھ کر آنا۔“

”بیٹا! آپ نے کتنا پڑھا ہے؟“ احمد کی والدہ نے اقصیٰ کے ہاتھ سے چائے لیتے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھایا۔

”ماسٹرز۔“ اقصیٰ کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا۔

”اوہ‘ اچھی بات ہے! اچھی بات ہے! تو آپ جاب کیوں نہیں کرتیں؟“

”احمد کی والدہ کے اس سوال کا جواب امی کی طرف سے آیا۔

”ہمارے ہاں بچیوں کا گھر سے باہر نکل کر جاب کرنا ذرا معیوب سمجھا جاتا ہے۔“ امی نے نمکو کی پلیٹ آگے کی ”ویسے بھی جب مرد برسرِ روزگار ہوں تو خواتین کو کیا ضرورت ہے کمانے کی۔“

ان لوگوں کے جانے کے بعد‘ امی کی بے چینی اور بے تابی بڑھ گئی۔ جواب کا انتظار انھیں جائے نماز سے ہٹنے نہ دیتا تھا۔ دو دن بعد جواب انکار میں آیا‘ انھیں لگا تھا کہ میں اور میری فیملی کافی مذہبی ہے۔

”چلو! اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہو گی۔“ امی نے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے بھی وہ لوگ بہت زیادہ آزاد خیال معلوم ہو رہے تھے۔ ارے! کیا کمی ہے میری بیٹی میں۔ بہت ملیں گے ان سے اچھے اچھے۔“

اتنا سن کر میں اپنے کمرے میں گئی۔ وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھے۔ شیلف پر سے قرآن مجید اٹھاتے ہوئے میں سوچنے لگی کہ ”ایسا کون سا مسلمان ہے‘ جس کا مذہب سے تعلق نہیں۔ غیر مذہبی لوگوں کو کیا ہم مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ کیا مجھے مسلمان ہونے کی وجہ سے ٹھکرایا گیا؟“

کچھ عرصے بعد ہمارے گھر میں ایک اور بیٹھک کا انتظام ہوا۔ پلیٹوں میں میٹھے بسکٹس‘ کئی قسم کی مٹھائیوں کے علاوہ امی کا پُرشیریں لہجہ ماحول کو مٹھاس سے بھر رہا تھا۔ میں ایک بار پھر آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔

”تیار ہونا!“امی نے دھیرے سے کہا۔
”جی‘ ٹھیک ہے۔“
”دوپٹہ سر پر مت اوڑھنا۔ بس جلدی سے آجاؤ۔“
”ماشاء اللہ! ماشاء اللہ!“لڑکے کی والدہ نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ ”کتنی پیاری بچی ہے۔“انھوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا”بیٹا! آپ کی عمر کیا ہے؟“
”جی‘23 سال۔“میں نے گھبراتے ہوئے کہا۔
”ابھی بس دو دن پہلے تو سالگرہ تھی اس کی۔“امی کے چہرے پر گھبراہٹ عیاں تھی۔”ورنہ تو یہ 22 کی تھی۔“
ایک بار پھر امی کی جائے نماز پہ اللہ تعالیٰ سے لمبی لمبی کانفرینسز اور ایک بار پھر انکار کا سامنا۔
لڑکے والوں کا کہنا تھا کہ 23 سال میں تو ہمارے ہاں لڑکیاں دو بچوں کی ماں بن جاتی ہیں۔
”عجیب جاہل لوگ ہیں۔ اپنی بیٹیوں کی شادیاں 17 سال کی عمر میں کر دیتے ہیں‘ جو 23 تک پہنچتے پہنچتے دو بچے بھی ہو جاتے ہیں‘ ایسے جاہلوں میں مجھے ویسے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“امی اپنی پریشانی چھپانے کے لیے بڑبڑائے جا رہی تھیں‘ لیکن ان کی آنکھوں کے آنسو صاف دکھائی دے رہے تھے۔
میں نے امی کو پانی پلایا‘ ان کی تسلی کے لیے میرے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ میں تو بس یہ سوچ رہی تھی کہ ”شادی کے لیے لڑکی کی عمر کا کم ہونا‘ اگر اتنا ضروری ہوتا ہے‘ تو پھر یہ بات میرے پیارے رسول ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرتے وقت کیوں نہیں سوچی...!“

تھوڑے عرصے بعد خالہ کا فون آیا نبیلہ باجی کے سسرال والے ان کے دیور کے لیے لڑکی تلاش کر رہے تھے۔ اتفاق کے طور پر نبیلہ باجی کے سسر میرے ابو کے چچا زاد بھائی تھے۔
”انھوں نے دلچسپی ظاہر نہیں کی تو رشتہ کیسے ہوگا؟“امی کا فکر مندانہ سوال خالہ کے جوش کو کم نہ کر سکا۔
”میں اپنے اصرار پر انھیں تمہارے گھر لے کر آؤں گی۔ ایک بار وہ اقصیٰ دیکھ لیں‘ پھر کیا پتا انھیں وہ پسند آجائے۔“خالہ نے جواب دیا۔
فون کا ریسیور رکھتے ہی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بیٹھک کے کمرے کو سرے سے چمکایا گیا۔ بیکری سے مزے مزے کی چیزیں منگوائی گئی۔ نئے برتن نکالے گئے۔
”اگر وہ تم سے تمہاری عمر پوچھیں تو کہنا 21 سال۔“امی نے زور دے کر کہا ”سمجھ گئی نا؟“
”جی سمجھ گئی۔“اقصیٰ نے سر جھکا لیا۔
نبیلہ باجی اور ان کے سسرال والے خالہ کے ہم راہ تشریف لائے۔ پُر زور استقبال ہوا۔ خوب بڑی بڑی باتیں ہوئیں۔ سب نے پیٹ بھر کر بیکری کے بسکٹس اور کیک کے مزے لیے۔
ان کے جانے کے ٹھیک دو دن بعد خالہ کا فون آیا۔
”رشتے اتنے ملے ہوئے ہیں کہ وہ لوگ قدم بڑھاتے ہوئے گھبرا رہے ہیں‘ وہ لوگ تمہاری بھانجی‘ نبیلہ کے سسرال والے ہونے کے ساتھ ساتھ تمہارے شوہر کے چچا زاد بھی ہیں۔“خالہ صفائی پیش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔”اب دیکھو! شادی کے بعد اونچ نیچ تو ہر جگہ پر ہوتی ہے‘ انھیں ڈر ہے کہ کوئی بھی ایسی ویسی بات ان چچا زاد بھائیوں کی آپس کی دوستی اور محبت خراب نہ کر دے۔“
خالہ کی بات سن کر امی نے بے شمار مصروفیات کا بہانہ بنا کر فوراً فون بند کر دیا۔ خالہ کی آواز اس قدر اونچی تھی کہ فون کے باہر تک سنائی دے رہی تھی۔
”تم غلط سمجھ رہی ہو بیٹا! نبیلہ اور اس کے سسرال والے تو بس یوں ہی تمہارے ابو سے ملنے آئے تھے۔“امی نے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔
نبیلہ باجی کے سسرال والوں کی انکار کی وجہ تو میری سمجھ میں آگئی تھی‘ لیکن میں سوچ رہی تھی کہ ”یہ بات میرے پیارے رسول ﷺ کی سمجھ میں کیوں آئی‘ جب انھوں نے اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی۔

وقت گزرنے لگا‘ عمر بیتنے لگی۔ ایک بار پھر گھر میں کچھ چہ مگوئیاں محسوس ہونے لگیں۔ سمجھ نہیں آیا کہ جب کوئی بیکری کا سامان نہیں آیا‘ نئے برتن نہیں نکلے تو پھر یہ رونق کیسی؟ ایک ہفتے تک گھر میں بڑے بزرگوں کا آنا جانا لگا رہا۔ کمرے کا دروازہ بند کر کے لمبی لمبی میٹنگز ہونے لگیں اور پھر دوبارہ وہی سنّاٹا‘ وہی سوگ کا عالم‘ امی کے چھپے ہوئے آنسو اور چلاتی ہوئی پریشانی۔
”دیکھو بیٹا! ہم تمہارے ماں باپ ہیں‘ تمہارا بھلا ہی چاہیں گے۔ لڑکا اچھا لگ رہا تھا۔ شہر کی مشہور مارکیٹ میں اپنی دکان تھی اس کی۔ عمر میں تم سے بس تین سال بڑا تھا‘ لیکن ہماری برادری کا نہیں تھا۔ ہم کیسے کسی غیر قوم میں اپنی بیٹی بیاہ دیتے؟“امی نے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا ”بس ہمارا دل مطمئن نہیں تھا تو ہم نے انکار کر دیا۔ تم سمجھ رہی ہو نا بیٹا؟“
”جی امی۔“میں سمجھ گئی تھی کہ امی ابو نے کیوں انکار کیا‘ لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ”میرے پیارے رسول ﷺ نے سیدنا جویریہ اور سیدنا امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح کرتے وقت کیوں نہ سمجھا کہ وہ دونوں ان کے قبیلے کی نہیں تھیں...؟“

اس واقعہ کے ٹھیک تین ماہ بعد ایک اور بازار لگا‘ وہ بازار جس میں مجھے کھلونے کی مانند پیش کیا جاتا۔ بچے اپنے ماں باپ کے ہم راہ آتے‘ مجھے پسند کرتے‘ میری طرف اشارہ کرتے‘ ان کے والدین بھی میری طرف دیکھتے‘ پرکھتے اور پھر انکار کر دیتے اور اپنے معصوم بچوں کو سمجھاتے کہ اسے چھوڑو‘ تمہیں اس سے بہتر کھلونا لا دیں گے۔
اس بار جو لوگ آئے‘ انھیں دیکھ کر ہم سب حیران تھے۔ سادہ سے لوگ‘ عام سے لباس میں ملبوس۔ نہ ان لوگوں نے میری عمر‘ تعلیم‘ قد کاٹھ کے سوالات اٹھائے اور نہ جہیز کی لمبی چوڑی فرمائش کی‘ کچھ دیر بیٹھے اور چلے گئے۔

اس بار پتا نہیں کیوں امی کو پوری امید تھی۔
”دیکھو بیٹا! وہ لوگ پیسے والے نہیں ہیں‘ لیکن خاندانی ہیں۔ پیسہ تو بہت لوگوں کے پاس ہوتا ہے‘ لیکن شرافت کسی کسی کے پاس ہوتی ہے۔ وہ لوگ بہت سادہ اور عام سے ہیں‘ لیکن تم فکر مت کرو‘ ہم تمہیں جہیز میں اتنا دیں گے کہ تمہیں کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔“
امی کی تمام امیدیں اور تمام تیاریاں اس وقت مٹی میں مل گئی‘ جب ان لوگوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہماری اور ان کی حیثیت میں بہت فرق ہے۔ اس بات نے مجھے ایک بار پھر یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ”فرق تو میرے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اور سیدنا زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیثیت میں بھی تھا‘ پھر انھوں نے نکاح سے انکار کیوں نہیں کیا...؟“

وقت کسی کے لیے نہیں رکتا‘ وہ اپنی رفتار سے بڑھتا جاتا ہے اور حالات کی طرف سے دیے گئے زخموں پر مرہم لگاتا جاتا ہے۔ اب میں 33 سال کی ہو چکی تھی۔ کافی عرصے بعد ایک بار پھر بیٹھک کا کمرہ سجایا گیا‘ بیکری سے چیزیں منگوائی گئیں۔ لوگ آئے‘ مجھے دیکھا‘ پسند کیا اور چلے گئے۔ اس بار ہاں ہوئی۔ لڑکا 37 سال کا تھا‘ امیر تھا‘ خاندانی تھا‘ شریف تھا اور ہماری برادری کا بھی تھا‘ مگر طلاق یافتہ تھا اور تین چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ بھی تھا۔
جب یہ بات مجھے پتا چلی تو میرا دل چاہا کہ میں انکار کر دوں اور ان تمام زخموں کا بدلہ لے لوں‘ جو پچھلے 9 سالوں سے مجھے مل رہے تھے‘ لیکن پھر ایک خیال میرے ذہن میں آیا ”اگر پہلے شادی شدہ ہونا یا بچوں کا باپ ہونا کوئی عیب ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میرے رسول ﷺ کے ساتھ اتنی خوش گوار زندگی نہ گزاری ہوتی۔“ یہ سوچ کر میں نے ہاں کر دی...

بقیہ

محرم الحرام میں دسویں تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ جسے یومِ عاشورا کہتے ہیں۔ یومِ عاشورا میں حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر جودی پہاڑ پر اتری۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم سے نجات دِلائی۔ حضرت سلیمانؑ کو بادشاہت واپس ملی۔ یومِ عاشورا کو ہی حضرت ایوبؑ کو سخت بیماری سے شفا ہوئی۔ حضرت یونسؑ اسی دِن مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالے گئے۔ اسی دِن حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور اسی دِن یہود کے شر سے نجات دِلا کر آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ ان جلیل القدر انبیائے کرام کے واقعات کی بنیاد پر اس کا نام یومِ عاشورا رکھا گیا۔
اسی طرح اس دِن کے روزے کا بھی حکم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم فرعون کے لشکر سے نجات ملنے کی وجہ سے اس دِن کا روزہ رکھتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے‘ اس لیے ہم اس دِن شکرانے کا روزہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے بھی خود عاشورا کا روزہ رکھا اور امت کو بھی اس دِن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔
(بخاری‘ مسلم)
تو پیارے بچو! کیوں نہ ہم اللہ کے حکم یعنی دین کے مطابق اپنے ہر عمل کو ڈھال لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دِن اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کا حکم دیا اور جو اس دن اہل و عیال میں خرچ پر وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ سارے سال اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائے گا۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔ ہاں لیکن اس کے علاوہ محرم الحرام کے مہینے میں اسلامی تاریخ کے دو بڑے اہم واقعات بھی پیش آئے۔ ایک یکم محرم الحرام کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت ہوئی اور دوسرا دس محرم الحرام کو نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ اور اُن کے اہلِ خانہ کی شہادت کا واقعہ۔
پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں میانہ روی کا حکم دیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنا ہر عمل علمائے کرام سے معلوم کر کے کریں۔ اپنے والد یا بھائی یا کسی بھی محرم رشتے دار کے ذریعے ہر تقریب چاہے خوشی کی ہو یا غمی کی‘ اسے منانے سے پہلے علمائے کرام سے نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل کا ضرور پوچھ لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہم گناہ کے کام کو ثواب سمجھ کر کرنے لگیں اور ہمیں خبر بھی نہ ہو‘ کیوں کہ گناہ سے توبہ تو ہم کر لیں گے‘ لیکن جس گناہ کے عمل کو ہم ثواب سمجھ کر کریں گے تو ظاہر ہے کہ اس سے توبہ بھی نہ ہوگی۔ کیا اب سب بچے وعدہ کرتے ہیں نا کہ ہر عمل میں نبی کریم ﷺ کے طریقے کو اپنائیں گے۔
”ان شاء اللہ!“سب طلبہ نے بیک آواز ہو کر کہا۔ اسی لمحے پیریڈ ختم ہونے کی گھنٹی بجی تو مس عیشہ نے اپنا بیگ اور رجسٹر اٹھایا اور سلام کر کے کلاس روم سے باہر نکل گئیں‘ کیوں کہ ابھی انھوں نے اور کلاسوں میں بھی دیے روشن کرنے تھے۔

ہیپی نیو اسلامک ائیر

کائنات غزل

"ہیپی نیو اسلامک ائیر عفیفہ!"

مس عیشہ کو کلاس میں داخل ہونے سے پہلے ایک طالبہ امّ ہانی کی آواز آئی۔ ان کے کلاس میں داخل ہوتے ہی چاروں جانب خاموشی چھا گئی اور بچے ادب سے کھڑے ہوگئے۔ مس عیشہ کلاس میں سلام کرتے ہوئے داخل ہوئیں۔

اسٹوڈنٹس "وعلیکم السلام" بیک آواز میں کہہ کر بیٹھ گئے۔ مس عیشہ واحد ٹیچر تھیں جو کہ کلاس میں خود سلام کر کے داخل ہوتے تھیں کہ آنے والے کا حق ہے کہ وہ سلام کر کے داخل ہو۔ بچوں سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے کے بعد انہوں نے آج کتابیں بند کرا دیں۔

"آج ہم باتیں کریں گے۔" مس عیشہ کا کہنا تھا کہ بچوں کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے۔

"ام ہانی! آپ میرے پاس آیئے اور یہ بتایئے کہ آج کیا دِن ہے؟"

"مس! آج اسلامک نیو ائیر ہے۔" ام ہانی نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔

"جی بچو! آج اسلامک نیو ائیر ہے تو آپ لوگوں کی کیا کیا تیاریاں ہیں؟"

"مس! ہم کیک کاٹیں گے۔" عفرا بولی۔

"مس! ہم باہر ڈنر پر جائیں گے۔" سعدیہ نے کہا۔

"مس! ہم گھر سجائیں گے۔" عفیرا کی آواز آئی۔

"مس! ہم لائیٹنگ کریں گے اور ہمارے بھائی پٹاخے پھوڑیں گے۔" ثانیہ نے کہا۔

مس عیشہ کے سوال کے بعد کلاس میں شور مچ گیا۔ ہر بچہ اپنی اپنی کہنے لگا۔

"آرام سے۔۔۔ آرام سے۔۔۔ بیٹھ جائیں سب بچے۔" مس نے سب کو خاموش کرایا۔

"اچھے بچو! آپ کو معلوم ہے کہ جتنی باتیں آپ سب نے کہی ہیں' اُن میں سے ایک بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ نے نہیں کہی۔ یہ غیروں کی تقلید ہے' اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

"مس! مس! ہمیں معلوم ہے کہ محرم تو اُداسی کا مہینہ ہے' اس مہینے میں شادیاں بھی نہیں کرتے۔ ہمارے ماموں کی شادی اکتوبر میں ہونا تھی' لیکن محرم اور پھر صفر کی وجہ سے دسمبر میں رکھی ہے۔" حبہ نے گویا بہت سمجھ داری سے جواب دیا۔

"ہم م م۔۔۔ لیکن بیٹا! یہ بھی اچھی باتیں نہیں ہیں۔ ان باتوں کا بھی شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ آج میں آپ کو بتاتی ہوں محرم کے مہینے کے بارے میں۔ محرم کا مہینہ تمام مہینوں میں خصوصی امتیازی شان رکھتا ہے۔ اس مہینے میں صرف واقعۂ کربلا ہی نہیں ہوا' بل کہ اور بھی بہت سے اہم اور مقدس واقعات پیش آئے ہیں۔ محرم الحرام میں دسویں تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ جسے یومِ عاشورا کہتے ہیں۔ یومِ عاشورا میں حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر جودی پہاڑ پر اتری۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم سے نجات دِلائی۔ (بقیہ ص 33 پر)

ایک حرف ایک کہانی — ک

کوّے کی کائیں کائیں

ڈاکٹر الماس روحی

ایک کوا بہت ہی بھوکا تھا۔ وہ صبح سے لے کر شام تک ادھر ادھر پھرتا رہا مگر اسے کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ملا۔ کوئل، کبوتر سب ہی اس کے دوست تھے مگر کسی نے بھی اس کی مدد نہیں کی۔ وہ اُڑتے اُڑتے مایوس ہو چکا تھا۔ آخر کار وہ تھک ہار کر ایک درخت پر بیٹھ گیا اور غم زدہ لہجے میں سوچنے لگا کہ ''کاش! کوئی ایسا ہوتا جو میرا خیال رکھتا۔'' اچانک اس کی نظر ایک چوہے پر پڑی جو درخت کے پاس پتھروں اور کنکریوں سے کھیل رہا تھا۔ چوہے کو دیکھ کر اس کوے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کوا فوراً اپنی جگہ سے اُڑا اور جھٹ سے اس چوہے کو اپنے منہ میں دبا لیا اور اوپر اُڑ گیا۔ بے چارے چوہے کو بہت ڈر لگ رہا تھا کہ اگر وہ نیچے گر گیا تو مر جائے گا اور اگر اس نے کوے سے خود کو نہ چھڑایا تو کوا اسے کھا جائے گا۔ چوہے نے بہت سوچا آخر کار اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے کوے سے کہنا شروع کیا: ''بھائی کوے! تم کھیرا، ککڑی اور کریلے کیوں نہیں کھاتے؟ آج کل تو گرمیاں ہیں اور ان گرمیوں میں گوشت کھانے سے بد ہضمی ہو جاتی ہے۔'' چوہے کی بات سن کر کوا کچھ بھی نہ بولا اور چوہے کو اپنے منہ میں دبائے چپ چاپ اُڑتا رہا۔ اچانک چوہے نے کھانسنا شروع کر دیا۔ اس کی کھانسی یہ بتا رہی تھی کہ وہ بہت بیمار ہے۔ چوہے نے کھانستے ہوئے پھر کوے کے کان میں کہنا شروع کیا: ''ایک بار پھر سوچ لو بھائی کوے! مجھے کھانے سے تم بھی بیمار پڑ جاؤ گے۔'' مگر اس بات پر بھی کوا کچھ نہ بولا اور اُڑتا رہا۔ کوے کا کوئی رد عمل نہ دیکھ کر تو چوہے کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اس نے پھر کچھ سوچا اور دوبارہ اس سے بولا: ''بھائی کوے! میں یہ جانتا ہوں کہ تم مجھے ضرور کھاؤ گے۔ میں سارے پرندوں میں سب سے زیادہ تمہیں ہی پسند کرتا ہوں۔ تمہاری 'کائیں' 'کائیں' 'کائیں' مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ مرنے سے پہلے میں تمہاری کائیں کائیں کائیں سننا چاہتا ہوں۔'' بے وقوف کوا اپنی جھوٹی تعریف سن کر بہت ہی خوش ہوا۔ وہ ایک درخت پر بیٹھا اور چوہے کو اپنی چونچ سے نکال کر قریب ہی درخت کی ایک ٹہنی پر چھوڑ دیا اور اس کے بعد اپنے دونوں پر پھیلا کر زور زور سے کائیں کائیں کرنے لگا۔ اس کی کائیں کائیں سن کر دوسرے کوے گھبرا کر اس کے پاس اُڑتے چلے آئے۔ وہ سمجھے کہ شاید اس کوے کو کوئی مشکل آن پڑی ہے جو اچانک کائیں کائیں کرنا شروع ہو گیا ہے۔ انھوں نے آتے ہی اس سے پوچھا کہ تم کیوں اتنا شور کر رہے ہو؟'' ان کی یہ بات سن کر وہ بے وقوف کوا زور سے ہنسا اور ان سے کہنے لگا کہ ''کچھ نہیں دوستو! میاں چوہے کو میری کائیں کائیں بہت پسند ہے۔ میں اسے کھانا چاہتا ہوں لیکن وہ مرنے سے پہلے میری کائیں کائیں سننا چاہتا ہے۔ اس لیے میں کائیں کائیں کر رہا ہوں۔'' کوے کی بات سن کر وہ اس سے پوچھنے لگے کہ بھائی کونسا چوہا اور کہاں ہے چوہا؟'' کوے نے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا کہ ''ابھی ادھر ہی تو تھا چوہا۔'' چالاک چوہا دور جا چکا تھا۔ سب چوہے کی چالاکی اور کوے کی بے وقوفی پر ہنسنے لگے۔

نوٹ: سچ ہے کہ کبھی کبھی ہم اپنی جھوٹی تعریف سن کر اپنا سب کچھ کھو دیتے ہیں۔

کوئل، کبوتر، کوا	پرندے	کنکر	ریت کے چھوٹے چھوٹے پتھر
کھیرا، ککڑی، کریلا	سبزی	کھانسی	بیماری
بے وقوفی	بے عقلی	چالاکی	ہوشیاری

پیارے پیارے بچوں کو نیا اسلامی سال بہت مبارک ہو

کیا آپ کو معلوم ہے کہ محرم الحرام تمام اسلامی مہینوں میں ایک خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں نویں اور دسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ محرم کے مہینے میں نو اور دس تاریخ کو روزہ رکھنے سے ایک سال کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو آئیں پیارے بچو! ہم عہد کریں کہ ہم بھی اس مہینے میں اللہ سے اپنے گناہ بخشوائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ! اس نئے سال کو ہمارے لیے برکت کا باعث بنا۔ اے اللہ! جہاں جہاں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے، انہیں ظلم سے نجات عطا فرما۔ اے اللہ! یہ سال تمام مسلمانوں کے لیے خوشیوں کا باعث بنا۔ اے اللہ! اس سال کا ہر لمحہ اور آنے والی زندگی حضور ﷺ کے طریقے اور اللہ کے حکم کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

ماہنامہ فہم دین اکتوبر کے نئے سوالات

سوال نمبر1: محدّثین مسعرؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

سوال نمبر2: عائشہ شام میں کس کس کو چھوڑ کر گئی؟

سوال نمبر3: سعد نے کیا عزم کیا تھا؟

سوال نمبر4: فرح کو کونسا پرندہ ملا تھا؟

سوال نمبر5: ٹیچر نے ملک کے فائدے کے لیے کیا کام بتائے؟

اگست کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر1: مدینہ اور پاکستان

سوال نمبر2: 27 رمضان المبارک

سوال نمبر3: اپنا ماڈل کالونی والا بنگلہ بیچ کر وہ رقم بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ میں جمع کرائی۔

سوال نمبر4: آئندہ کبھی جھگڑا نہیں کریں گے۔ ایک دوسرے کا معاف کریں گے۔

سوال نمبر5: تحفے میں ایک خوب صورت سا جوتا دیا۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہم دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کردیں۔

اگست کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1...طوبیٰ ظفر، ہفتم، کراچی

2...حنظلہ ظفر، عربی لینگویج، بیت السلام کراچی

3...حذیفہ نذیر، لیول ون، انگلش لینگویج بیت السلام کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

مسکراہٹ کی بارات

ابن تبسم

مسکراہٹ اللہ کی کیسی عظیم نعمت ہے ! بڑی سے بڑی مصیبت ' پریشانی اور غم کا کیسا سستا اور بہترین علاج ہے ! مسکراہٹ فقط ایک بار مسکراہٹ !

""مسکراہٹ"" خود ہمارے لیے غموں کا علاج تو ہے ہی 'اس کے ساتھ ساتھ ہم مسکراہٹ سے دوسروں کے دل بھی جیت سکتے ہیں۔

سدا مسکراتے چہرے دلوں کو ٹھنڈک بخشتے ہیں۔آج معاشرے کے اکثر لوگ ہنستے بھی ہیں ' قہقہے بھی مارتے ہیں ' مگر بے موقع اور بے محل ! ! ! موبائل اسکرین اور لیپ ٹاپ پر مزاحیہ فن پارے اور فن کاریاں دیکھ کر ہنسنے سے اور مسکرانے سے بہتر تو کسی بوڑھے اور سن رسیدہ جھر جھریوں بھرے چہرے کی وہ حسین اور دل کش مسکراہٹ ہوتی ہے جسے وہ بچپنے کی کسی شرارت کا قصہ سناتے ہوئے اپنے چہرے پر بکھیرتا ہے۔

آپ نے اپنی زندگی میں نوجوانوں کے قہقہے تو سنے ہونگے 'کیا کسی بوڑھے کی مسکراہٹ بھی کبھی دیکھی ہے ؟""بوڑھے کی مسکراہٹ""آج اشتیاق احمد مرحوم زندہ ہوتے تو وہ اپنے آٹھ سو جاسوسی ناولوں میں یقیناً اس نام کا ناول ضرور لکھ ڈالتے ""بوڑھے کی مسکراہٹ"" واہ کیا خوب عنوان ہے ! ! !

بعض لوگ معاشرے پر اپنا رعب طاری کرنا چاہتے ہیں وہ سنجیدگی کے نام پر ""مسکراہٹ"" سے دور رہتے ہیں ' حالاں کے تلخ لہجے اور پکاؤ چہرے یعنی بے جا سنجیدگی سے آپ کسی کو وقتی طور پر خاموش تو کروا سکتے ہیں مگر اس کا دل نہیں جیت سکتے 'تاریخ انسانیت میں سب سے بڑے لیڈر ' قائد اور دلوں کے فاتح وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں 'آپ ہمیشہ مسکراتے رہتے اور نبوت کی عظیم ذمہ داری کندھوں پر ہونے اور مختلف قسم کی پریشانیوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ اپنے گھر میں سدا مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔اس لیے۔

آج تو ذرا تکلف سے ہی مسکراؤ۔۔۔آپ مسکراؤ میری جان ! سنت سمجھ کر مسکراؤ۔۔۔جی ہاں ! ! ! یہ بھی سنت ہے تبسم اور مسکراہٹ کیسی پیاری سنت ہے

حضرت مولنا عبدالستار صاحب حفظہ اللہ اس سنت کی عملی تصویر ہیں۔

آپ نے ایک بار فرمایا: ""بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مسکرانا تقوی کے خلاف ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جو جتنا بڑا متقی ہو گا وہ اتنا ہی زیادہ ہنس مکھ اور مسکرانے والا ہو گا۔

""موج تبسم""کا سلسلہ آج اس پہلی مسکراہٹ سے شروع ہو چکا ہے۔آپ قارئین کے تعاون سے انشاء اللہ ""مسکراہٹ کی بارات"" بڑی دھوم سے نکلے گی ۔۔۔ مسکراہٹ کی بارات۔۔۔آپ بھی اس بارات میں شریک ہو سکتے ہیں 'بس ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ اپنی یا کسی بزرگ کی ایسی آپ بیتی کا مختصر واقعہ جو حقیقت پر مبنی ہو اور اسی تاریخ اسلامی کے واقعات 'معروف مزاح نگاروں کی تحریروں کے اقتباسات لے کر آپ بھی باراتی بن سکتے ہیں۔

یقین جانیے ! آپ پر مسکراہٹ کی پتیوں کی برسات ہو گی۔ چلیں پہلے آپ ایک بار مسکرائیں ! کیسا لطف آیا مسکرانے میں ؟

زندگی آسان بن سکتی ہے اگر آپ یونہی مسکراتے رہے۔اچھا آپ مسکراتے رہیں ' مجھے اجازت اللہ حافظ !

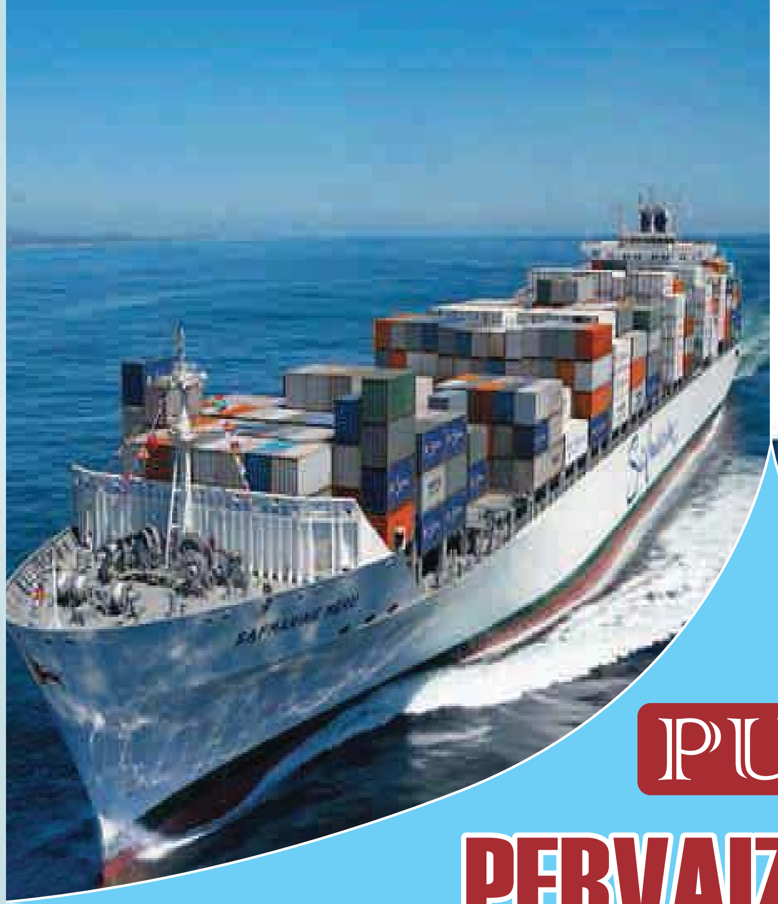

PUE

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi
1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore
19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

ننھے ادیب

چڑیا کی وفاداری

معاذ یوسف، متعلم انگلش لینگویج لیول ون، بیت السلام کراچی

حضرت ابراہیمؑ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اتنی بڑی آگ تھی کہ وہ آسمان سے باتیں کرتی تھی۔ اس وقت ایک چڑیا اپنے چونچ میں پانی لے کر آتی اور حضرت ابراہیمؑ کی آگ پر پانی اک ایک قطرہ ڈالتی تھی۔ کسی دوسرے پرندے نے پوچھا: ”تیرے ایک قطرہ پانی ڈالنے سے کیا ہوگا؟آگ تو بجھے گی نہیں؟“ وہ کہنے لگی: ”یہ تو میں جانتی ہوں کہ آگ تو نہیں بجھے گی، مگر مجھے حضرت ابراہیمؑ کی دوستی کا حق نبھانا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے مدارس اس چڑیا کی طرح ہیں، جو اپنی چونچ میں امن و سکون اور اللہ کی رحمت کا ایک ایک قطرہ معصیت کی آگ پر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اونٹنی

محمد عابد ابڑو، 12 سال، متعلم انگلش لینگویج لیول ون، بیت السلام کراچی

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم عاجز ہوگئی تو انھوں نے ایک اور معجزے کی فرمائش کی۔انھوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس پہاڑ سے ایک حاملہ اونٹنی نکالے تو ہم لوگ ایمان لائیں گے۔لوگ جانتے تھے کہ اونٹنی کو انٹنی ہی جنتی ہے اور زمین سے پیدا ہو ہی نہیں سکتی،انھیں یقین تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام جلد عاجز ہو جائیں گے اور ہم حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) ذلیل کرنے میں جلد کامیاب ہو جائیں گے،لیکن حضرت صالح علیہ السلام اللہ پر پورا یقین رکھتے تھے اور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے حاملہ اونٹنی نکالی اور اس نے نکلتے ہی بچہ جنا لوگ حیران رہ گئے،لیکن کوئی ایمان نہ لایا(دیکھا بچو!کافر لوگ کتنا جھوٹ بولتے ہیں)ہمیں اللہ پر مضبوط ایمان رکھنا چاہیے۔

سچائی کی طاقت

محمد عمار، 13 سال، متعلم انگلش لینگویج لیول ون بی، بیت السلام کراچی

ایک دن ہم ظہر کی نماز کے بعد تکرار میں مصروف تھے،تقریباً عصر سے آدھا گھنٹہ پہلے ہماری درسگاہ میں ایک استاد آ پہنچے،پھر کچھ دیر بعد ہمیں سال کا پہلا سبق سکھایا جو چار جملوں کا ہے اور استاد جی نے یہ بھی کہا کہ یہ سبق کہیں بھی اور کبھی بھی سنا جا سکتا ہے:مثلاً کھیل کے میدان میں،درسگاہ میں،دار لاقامہ میں۔ وہ سبق یہ ہے:

(1)ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ (2)اللہ تعالیٰ کو سادگی پسند ہے۔

(3)ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے۔ (4)کامیاب انسان وہ ہے،جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

جیسے ہی میں نے پہلا جملہ سنا تو ایک واقعہ میرے دماغ میں اٹک گیا،وہ یہ ہے: ایک نیک اور ماں کا فرماں بردار بیٹا عبد القادر اپنی ماں کے ساتھ مدرسے جانے کی تیاری میں مصروف تھا،اس کی ماں بھی اسے تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ترغیب دیتی جا رہی تھی”بیٹا!ہمیشہ سچ بولنا“ جب عبد القادر مکمل تیار ہوا توماں نے ایک قافلے کے ساتھ اپنے بیٹے عبدا لقادر کو ایک عالمِ دین کے پاس روانہ کیا۔چلتے چلتے وہ قافلہ کہیں ڈاکوؤں کے ساتھ لگ گیا۔ایک ڈاکو نے سوچا کہ اس کے پاس بھی کچھ ہو سکتا ہے تو اس ڈاکو نے عبد القادر سے پوچھا:”سچ سچ بتاؤ!آپ کے پاس کیا ہے؟“

”میرے پاس اتنے پیسے ہیں۔“عبد القادر نے سچ بتا دیا۔ وہ ڈاکو اپنے سردار کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ میں نے تو ایسے ہی اس سے پوچھا تھا،اس نے تو سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ڈاکوؤں کا سردار حیران ہو کر عبد القادر سے پوچھنے لگا:”یہ سب کچھ آپ نے کیسے کیا؟“تو ننھے سے عبد القادر نے جواب دیا کہ میری امی نے مجھے کہا تھا کہ ہمیشہ سچ بولتے رہنا چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔“تو وہ ڈاکوؤں کا سردار عبد القادر کے اچھے اخلاق دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔اس ننھے سے عبد القادر کے ماں کی فرماں برداری اور سچ بولنے کی وجہ سے اللہ نے اسے ایسا مرتبہ دیا کہ آج بھی اسے دنیا ”شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ“ کے نام سے جانتی ہے۔

آیئے!ہم بھی عزم کریں کہ ہمیشہ سچ بولیں گے...!!!

حافظ مصطفیٰ، 14 سال، ششم کراچی

عبداللہ، 10 سال، حفظ، کراچی

خزیمہ قدیر، 11 سال، پنجم کراچی

خزیمہ قدیر، 11 سال، پنجم کراچی

بچوں کے فن پارے

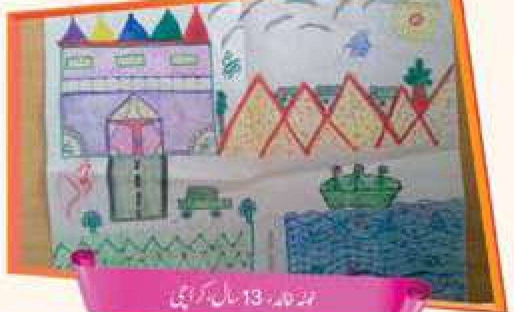

محمد خالد، 13 سال، کراچی

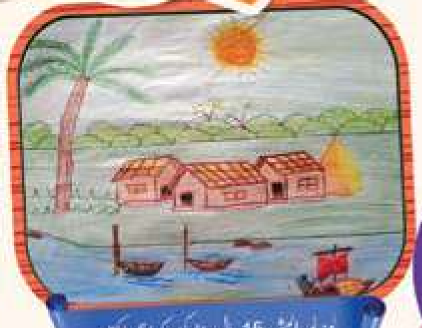

جبہ نور ابشر، 15 سال، میٹرک، کراچی اکتوبر

عزیزہ حقی، 14 سال، ہشتم، بجاول

محمد احسان سومرو، 12 سال، ہشتم، میرپور خاص

دعا فاطمہ، 9 سال، پنجم، کراچی

محمد حذیفہ، 11 سال، حفظ، بیت السلام کراچی

نئی روشنی

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

نہ تسبیح اب دیکھتے ہیں نہ مالا ۔۔۔ پیالہ ہے اب ہاتھ میں یا نوالہ
جو خالق سے رشتہ تھا وہ توڑ ڈالا ۔۔۔ نہیں اب کوئی نامِ حق جپنے والا
ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے، باہر اجالا

بظاہر تو یہ باہم بڑی یاریاں ہیں ۔۔۔ دلوں کو ٹٹولو تو بیزاریاں ہیں
جو اب یاریاں ہیں وہ عیاریاں ہیں ۔۔۔ کہ درپردہ کیا کیا ستم گاریاں ہیں
ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے، باہر اجالا

بھروسہ نہیں اب جہاں میں کسی کا ۔۔۔ کہ اب دور دوراہ ہے بس پالسی کا
نہ غم بے بسی کا، نہ غم مفلسی کا ۔۔۔ جو رونا ہمیں ہے تو رونا اسی کا
ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے، باہر اجالا

دغا مکر و حرص و ہوا دل کے اندر ۔۔۔ حسد، بغض، کبر و ریا دل کے اندر
نہیں اِس زمانے میں کیا دل کے اندر ۔۔۔ نہیں ہے تو خوفِ خدا دل کے اندر
ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے، باہر اجالا

بظاہر تو ہر شے میں بے حد صفائی ۔۔۔ مگر دِل میں ہے گندگی انتہائی
کبھی اس کے دھوکے میں آنا نہ بھائی ۔۔۔ یہ ہے سب ریائی، یہ ہے سب ریائی
ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے، باہر اجالا

غضب ہے یہ تہذیبِ نَو کی وبا بھی ۔۔۔ ہر اِک مبتلا ہے بُرا بھی بھلا بھی
کوئی اس کے آخر اثر سے بچا بھی ۔۔۔ کہ چھوٹا نہ مجذوب سا باخدا بھی
ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے، باہر اجالا

رات کے پچھلے پہر

جوہر عباد

نیک بندو! جاگ جاؤ رات کے پچھلے پہر
رب کے آگے گڑ گڑاؤ رات کے پچھلے پہر
دور کر کے نیند پیاری اللہ تعالیٰ کے حضور
عاجزی سے سر جھکاؤ رات کے پچھلے پہر
سن رہا ہے وہ تمہارے دِل کی آہیں غور سے
اپنا حالِ دِل سناؤ رات کے پچھلے پہر
ہوتا ہے وقتِ تہجد رب تمہارا منتظر
سوہنے رب کا فیض پاؤ رات کے پچھلے پہر
ہو کے شرمندہ گناہوں اور خطاؤں پر شتاب
اَشک کے دریا بہاؤ رات کے پچھلے پہر
ملتا ہے بس اطمینانِ قلب اُس کی یاد سے
دِل کی تشنگی مٹاؤ رات کے پچھلے پہر
پاس اس کے ہے تمہارے سارے مسائل کا حل
اپنی مشکلیں بتاؤ رات کے پچھلے پہر
وہ تمہارے سامنے ہے مانگ لو جو چاہیے
جاگو اور قسمت جگاؤ رات کے پچھلے پہر
عاجزی و انکساری سے کرو اللہ سے بات
ساری دُنیا بھول جاؤ رات کے پچھلے پہر
ہوں گی پوری حاجتیں جوہرؔ میرا ایمان ہے
سچے دِل سے لَو لگاؤ رات کے پچھلے پہر

حمد باری تعالیٰ

غنیؑ، کریم، رؤف، رحیم
میں قربان ہو جاؤں، میں قربان ہو جاؤں
تُو اللہ میرا، میں بندہ ہوں تیرا
کہاں چھوڑ کے تیرے در کو میں جاؤں
تُوہی زخم ہے، تُو ہی میرا مسیحا
کسے داغِ غم، ہائے دل میں دکھاؤں
لطیف، خبیر، علیم، بصیر
کسے قصۂ غم میں اپنا سناؤں
مجھے سرخرو دین و دنیا میں رکھنا
ترے فضل و رحمت کے میں گیت گاؤں
اٹھا دے حجاب من و تو، اٹھا دے
میں دریائے انوار میں ڈوب جاؤں

انعام گوالیاری

نعت رسول مقبول ﷺ

جہانِ عشق و مستی میں محمد ﷺ جس کو کہتے ہیں
وہ یاد آنے کی ہر حد سے زیادہ یاد آتا ہے
خدا جانے وہ کیسا شخص ہوگا، جس کی نسبت سے
مدینہ یاد آتا تھا، مدینہ یاد آتا ہے
خدا نے اپنے لفظوں کو بسایا، جس کی خوشبو میں
میں جب قرآن پڑھتا ہوں، وہ لہجہ یاد آتا ہے
جب انسانی مسائل حل نہیں ہوتے کسی صورت
تو دنیا کو میرے آقا ﷺ کا خطبہ یاد آتا ہے
تعجب کیا جو ہم امیدؔ ان کا ذکر کرتے ہیں
اندھیرے راستوں میں خود اجالا یاد آتا ہے

امیدؔ فاضلی

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے دوسرے نواسے اور حضرت علی و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے چھوٹے صاحب زادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ آپ ﷺ نے ہی ان کا نام حسین رکھا، ان کو شہد چٹایا، ان کے منہ میں اپنی زبان مبارک داخل کر کے لعاب مبارک عطا فرمایا اور ان کا عقیقہ کرنے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ (مؤطا امام مالک)

اپنے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح، حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور آپ ﷺ کو ان سے بھی غیر معمولی محبت اور تعلق تھا، رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو ان کی عمر چھ یا سات سال تھی، لیکن یہ چھ، سات سال آپ کی صحبت، شفقت اور محبت میں گذرے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے خاص لطف و کرم اور محبت کا برتاؤ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانۂ خلافت میں، آپ نے جہاد میں شرکت شروع کی اور پھر بہت سے معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب باغیوں نے، ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ان کے گھر کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر کے خلافت سے دست برداری کے ارادے کا اظہار کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھائی کی رائے سے اختلاف کیا، لیکن بڑے بھائی کے احترام میں ان کے فیصلے کو تسلیم کر لیا البتہ جب حضرت حسن کی وفات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی خلافت کی بیعت لی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس کو کسی طرح برداشت نہ کر سکے اور یزید کے خلیفہ بن جانے کے بعد اپنے بہت سے مخلصین کی رائے و مشورے کو نظر انداز کر کے جہاد کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے کوفہ کے لیے تشریف لے چلے، ابھی مقامِ کربلا ہی تک پہنچے تھے کہ واقعہ کربلا پیش آیا اور آپ وہاں شہید کر دیے گئے، رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔ تاریخِ شہادت 10 محرم 61 ہجری ہے، اس وقت عمر شریف تقریباً 55 سال تھی۔

(شہادتِ حسین، ص: 162-163)

گناہ کی لذت کیوں؟

آج ہمیں طاعات میں لذت نہیں آتی، طاعات کے اندر دلچسپی نہیں ہے۔ گناہ لذیذ محسوس ہوتا ہے، اگر ہم کہیں بیٹھ جائیں اور وہاں غیبت ہو رہی ہو تو بڑا مزہ آتا ہے، اگر لیٹے ہوئے ہوں اور نماز کی جماعت کا وقت آ جائے تو لیٹے رہنے میں بڑی لذت معلوم ہوتی ہے، اگر ہم کسی کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کریں تو بڑا دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے گناہ لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے، جب کسی آدمی پر صفرا کا غلبہ ہوتا ہے تو نیم کی تلخ شاخیں اس کو میٹھی معلوم ہوتی ہیں، حالاں کہ نیم کڑوا، اس کے پتے کڑوے، اس کی لکڑیاں کڑوی، لیکن جب صفرا کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ گناہوں میں مزہ آ رہا ہے۔ طاعات سے طبیعت گھبراتی ہے اور متوحش ہوتی ہے، یہ کتنے قلق کی بات ہے، ایسا کیوں ہے؟ کبھی اس پر غور کیا، یہ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم نے تدبر و فکر چھوڑ دیا، بس ایک بھیڑ چال ہے، جس پر ہم رواں دواں ہیں، کبھی بیٹھ کر ہم نے اپنی حالت پر غور کیا ہے، نہ ہم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرتے ہیں، نہ حضورِ اکرم ﷺ کے احسانات کو یاد کرتے ہیں، اسی طرح اعمال کی اصلاح سے غافل ہیں۔ کبھی ہم نے یہ نہیں سوچا ہے کہ ہم نے پانچ سال پہلے جو نماز پڑھی ہے، اس میں کوئی بہتری پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دس دس، بیس بیس سال گزر گئے اور ہمارے اعمال کی اصلاح نہیں ہوئی، ان کا وہی پہلے جیسا حال ہے، کوئی بہتری نہیں آئی۔

(شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، مجالسِ علم و ذکر، ص: 95-96)

تاریخ کا عظیم حکمران، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

دنیا کے اور مشہور سلاطین جن ممالک میں پیدا ہوئے، وہاں مدت سے حکومت کے قواعد اور آئین قائم تھے اور اس لیے ان سلاطین کو کوئی نئی بنیاد نہیں قائم کرنی پڑی تھی۔ قدیم انتظامات یا خود کافی ہوتے تھے یا کچھ اضافہ کرنا پڑتا تھا۔ بخلاف اس کے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس خاک سے پیدا ہوئے، وہ ان چیزوں کے نام سے ناآشنا تھی۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 40 برس تک حکومت و سلطنت کا بھی نہیں دیکھا تھا اور آغازِ شباب تو اونٹوں کے چرانے میں گزرا تھا۔ ان حالات کے ساتھ ایک وسیع مملکت قائم کرنی اور ہر قسم کے ملکی انتظامات مثلاً تقسیمِ صوبہ جات و اضلاع انتظامِ محاصل، صیغۂ عدالت، فوج داری اور پولیس، پبلک ورکس، تعلیمات، صیغۂ فوج کو اس قدر ترقی دینی اور ان کے اصول اور ضابطے مقرر کرنے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کس کا کام ہو سکتا تھا۔

تمام دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا حکمران دکھا سکتے ہو؟ جس کی معاشرت یہ ہو کہ قمیض میں دس دس پیوند لگے ہوئے ہوں۔ کاندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کے ہاں پانی بھر آتا ہو۔ فرشِ خاک پر پڑا رہتا ہو۔ بازاروں میں پڑا پھرتا ہو۔ جہاں جاتا ہو، جریدہ و تنہا چلا جاتا ہو۔ اونٹوں کے بدن پر اپنے ہاتھ سے تیل ملتا ہو۔ در و دربار، نقیب و چاؤش، حشم و خدم کے نام سے آشنا نہ ہو اور پھر یہ رعب و داب ہو کہ عرب و عجم اس کے نام سے لرزتے ہوں اور جس طرف رخ کرتا ہو، زمین دُھل جاتی ہو۔ سکندر و تیمور تیس تیس ہزار فوج رکاب میں لے کر نکلتے تھے، جب ان کا رعب قائم ہوتا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سفرِ شام میں سواری کے ایک اونٹ کے سوا اور کچھ نہ تھا، لیکن چاروں طرف غل پڑا ہوا تھا کہ مرکزِ عالم جنبش میں آگیا۔

(علّامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، الفاروق، ص: 382-383)

آپ کے اشعار

سرفَروشی کے لیے ہم تو ہیں آمادہ مگر
حوصلہ بھی تو کسی میں ہو خریداری کا!

محمد علی جوہر

خاموش زِندگی جو بَسَر کر رہے ہیں ہم
گہرے سمَندروں میں سَفَر کر رہے ہیں ہم!

رئیسؔ امروہی

نِکل آیا اَگر آنسو تو ظالم مَت نکال آنکھیں
سنا مَعذور ہے، مُضطَر نکل آیا نکل آیا!

مومنؔ خاں مومن

ہے یہ طریقِ عاشقی، چاہیے اِس میں بے خُودی
اِس میں چُناں چُنِیں کہاں، اِس میں اَگر مگر کہاں؟

اصغرؔ گونڈوی

طریقِ مَغرِبی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے؟
خُدا کو بُھول جانا اور محوِ ماسِوا ہونا!

اکبر الہ آبادی

شہید، اے ذوقؔ سینہ میں ہوئِی حسرتیں لاکھوں
مِری جو آہ ہے گویا اک نَخلِ ہے ماتم کا!

ذوق

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

اکتوبر 2017ء بمطابق محرم الحرام 1439ھ

جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کے حافظ احسن عبداللہ کی 968 نمبر لے کر راولپنڈی بورڈ سے میٹرک میں پہلی پوزیشن

امتحان کی تیاری صرف 7 ماہ میں کی، حکومت کی طرف سے بیس ہزار روپے نقد انعام، میڈل اور سرٹیفکیٹ دیا گیا

راولپنڈی (نامہ نگار خصوصی) جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کے طالب علم احسن عبداللہ نے میٹرک کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ مذکور طالب علم نے 968 نمبر لیے۔ خاص بات یہ کہ پندرہ سالہ حافظ احسن عبداللہ اور ان کے پرائمری پاس ساتھیوں نے 7 ماہ کی مختصر مدت میں نویں اور دسویں کلاس کا نصاب مکمل کر کے بورڈ میں اعلی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ دریں اثنا راولپنڈی میں ہونے والی ایک سرکاری تقریب میں احسن عبداللہ کو مبلغ بیس ہزار روپے نقد انعام کے علاوہ میڈل اور سرٹیفکیٹ بھی دیا گیا۔

بیت السلام کراچی کے فری میڈیکل کیمپ سے تقریباً 600 افراد کا مفت علاج

جنرل میڈیکل کیمپ کے ساتھ آنکھوں کے مریضوں کا بھی چیک اپ کیا گیا آنکھوں کے جن مریضوں کو سفید موتیا تھا، ان کا لینز سمیت مفت آپریشن ہو گا شہر کے بڑے اسپتالوں کے 10 ڈاکٹر حضرات کی خدمات حاصل رہیں، تشخیص کے بعد تمام مریضوں کو مفت دوائیں اور دودھ کا پیکٹ بھی دیا گیا

کراچی (نمائندہ خصوصی) بیت السلام کے زیر اہتمام ایک اور فری میڈیکل لنک روڈ کا ٹھوڑ پر لگا۔ اس میڈیکل کیمپ کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں آئی چیک اپ بھی تھا۔ جن مریضوں کو سفید موتیے کا مرض تھا ان کو اسپتال ریفر کیا گیا' دن مقرر کر کے وقت بھی دیا گیا' مقررہ دن اس مریض کا لینز کے ساتھ بالکل فری آپریشن ہو گا۔ لگ بھگ 5 گھنٹے جاری رہنے والے کیمپ سے تقریبا 600 فراد نے استفادہ کیا۔ آنکھوں کے ایک ڈاکٹر اور ان کے دو ماتحتوں سمیت 10 ڈاکٹر شریک ہوئے۔ دوائیں اور چیک اپ بالکل فری تھا۔ دواؤں کے ساتھ مریضوں کو دودھ کے پیکٹ بھی دیے گئے۔ مریضوں میں بچے' خواتین' بوڑھے اور جوان بھی شامل تھے۔

جامعہ بیت السلام تلہ گنگ میں دوروزہ حج تربیتی ورکشاپ کا انعقاد

اصلاحی بیانات بھی ہوئے، ملٹی میڈیا پروجیکٹر پر نقشوں اور تصاویر کی مدد سے حج کا مکمل طریقہ بھی بتایا گیا

تلہ گنگ (نامہ نگار خصوصی) حسب سابق اس سال بھی جامعہ بیت السلام نے تلہ گنگ' چکوال اور گرد و نواح سے حج کے لیے جانے والے حضرات کے لیے دوروزہ تربیتی ورک شاپ کا اہتمام کیا' جس سے علمائے کرام کے اصلاحی بیانات کے علاوہ جامعہ کے ناظم تعلیمات جناب مفتی وقار نے ملٹی میڈیا پروجیکٹر پر تصاویر اور نقشوں کی مدد سے مناسکِ حج کا مکمل طریقہ بیان کیا۔ حج کا ارادہ رکھنے والوں کے لیے بیت السلام کی طرف سے احرام اور کتابوں کا ہدیہ دیا گیا۔

جامعہ بیت السلام للبنات میں عربی میڈیم درس نظامی کا آغاز

چھ سالہ نصاب کے پہلے سال میں داخلے مکمل، شامی معلمہ کے زیرِ نگرانی تعلیم کا آغاز ہو گیا

کراچی (پ ر) جامعہ بیت السلام للبنات نے عربی میڈیم درس نظامی کا آغاز کر دیا' کراچی کے علاقے ڈیفنس فیز 6 میں واقع اس جامعہ نے عربی میڈیم کے چھ سالہ نصاب کے پہلے سال میں داخلے مکمل کر لیے ہیں اور پڑھائی شروع ہو چکی ہے' عربی میڈیم درس نظامی کی نگرانی شامی معلّمہ کر رہی ہیں۔

Brighto™
Inspired by Nature
Regd. # MC-1366
Brighto™
STAIN FREE
EASY WIPE
اب دیواریں رہیں
صاف شفاف
بِنا رنگ اُڑائے!
Brighto™
PAINTS
brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | www.brightopaints.com